بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

رُوحِ شیعَت

(کتب اربعہ کی روشنی میں)

¥

تالیف

مرتب : مولانا رضا مہدی صاحب قبلہ۔

ترتیب و پیشکش۔

ذاکرِ اہلبیت منظر ایلیا

منجانب : حُسینی پبلیشرز (حُسینی مشن حیدر آباد).

جلد اول ۱

فرمایا امام محمد باقر علیہ السلام نے "اگر شیعہ نوجوانوں میں مجھے کوئی جوان ایسا نظر آئے جو علم دین نہ رکھتا ہو تو میں اس کو سزا دوں گا" (المحاسن جلد ۱ صفحہ ۱۱۳)

کافی   من لایحضرہ الفقیہ   تہذیب   استبصار

روح شیعت

(کتب اربعہ کی روشنی میں)

○

حصۂ اوّل

مُرتّبۂ

مولانا رضا مہدی صاحب قبلہ

خلف

محقق تاریخ اسلام مولانا مرزا مہدی حسین ذاکر اعلی اللہ مقامہ

پیشکش

حسینی پبلیکیشنز، حسینی مشن حیدرآباد

نام کتاب   روح شیعیت (کتب اربعہ کی روشنی میں)

نام مولف   مولانا رضا مہدی صاحب قبلہ (ذاکر اہلبیت)

خلف مولانا مرزا مہدی حسین ذاکر قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ

سنہ اشاعت   رمضان المبارک ۱۴۱۸ ہجری، جنوری 1998ء

سرورق   جناب سلطان رضا قلی مرزا، آرکیٹکٹ

کمپیوٹر کتابت   جناب جلال الدین اکبر "اردو کمپیوٹر سنٹر

فون نمبر 4530850 موبائیل فون 9848022987

17-1-181/M/35 - روبرو جامعہ عائشہ نسوان (نیو بلڈنگ)

داراب جنگ کالونی - مادنا پیٹ - حیدرآباد ۵۹ (اے - پی) -

طباعت

قیمت   ۴۰ روپئے

======= ناشر =======

حسینی مشن پبلیکیشنز

حسینی مشن حیدرآباد 21-2-؟ دبیرپورہ - حیدرآباد ۲۴ (اے - پی) انڈیا

======= ملنے کے پتے =======

(۱) مولانا رضا مہدی صاحب قبلہ 21-2-22 دبیرپورہ حیدرآباد ۲۴ - (اے - پی)

(۲) زینب بک ہاوس، روبرو عبادت خانہ حسینی - دارالشفاء حیدرآباد -

(۳) مکتبہ ترابیہ - پرانی حویلی حیدرآباد

(۴) سلمان بک سنٹر - روبرو عبادت خانہ حسینی - دارالشفاء - حیدرآباد -

فہرست

(روح شیعیت حصہ اول)

رضا مہدی ذاکر اہلبیتؑ

مقدمہ

علم دین کی بہت سی شاخیں اور بہت سے شعبے ہیں، لیکن علم کا بنیادی سرچشمہ "قرآن مجید" ہی ہے۔ اور اسی حقیقی مرکز سے ہر شاخ اور ہر شعبہ علم کا وجود ہے۔ اور اس حقیقت سے بھی کسی کو انکار نہیں کہ قرآن مجید میں زندگی کے ہر مسئلے کا حل موجود تو ہے مگر اجمال و اختصار کے ساتھ۔ اور اس اجمال و اختصار کی تفصیل حدیث رسولؐ کے ذریعے ہی واضح ہوتی ہے۔ اسی لئے عالم اسلام کے سب ہی فرقے اس پر متفق ہیں کہ دین کی بنیاد کتاب و سنت ہی پر ہے۔ قرآن مجید کے متعلق سب ہی متفق ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ کتاب ہدایت ہے اور قیامت تک باقی و محفوظ رہنے والا معجزہ ہے۔ جیسا کہ ارشاد الہیٰ ہے کہ (ہم نے اسے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں) اور اسی طرح اس بات پر بھی سبھوں کا اتفاق ہے کہ دین اسلام کے تمام احکام و مسائل اور تفسیر قرآن کو سمجھنے کا واحد ذریعہ حدیث رسولؐ ہی ہے۔ اگر حدیث رسولؐ کے متعلق یہ یقین ہوجائے کہ یہ "واقعی" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے تو کوئی بھی مسلمان اس حکم رسولؐ سے سرتابی کی جراءت نہیں کر سکتا۔ اب اگر اختلاف ہے تو صرف اس مسئلے میں ہے کہ حدیث رسولؐ کو اصحاب رسولؐ کے ذریعے لیا جائے یا اہلبیتؑ رسول کے ذریعے۔ حضرات اہل سنت نے تو دینی احکام و مسائل کو سمجھنے کے لئے احادیث رسولؐ کو اصحاب اور تابعین (وہ لوگ جنھوں نے اصحاب کو دیکھا تھا) سے حاصل کیا اور ان ہی احادیث کو اپنے عقائد اور اپنے اعمال مذہبی کی ادائیگی کے لئے بنیاد قرار دیا۔ لیکن اہل تشیع حضرات نے اپنے عقائد و اعمال مذہبی کی بنیاد احادیث آل رسولؐ علیہم السلام پر رکھی جس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اصحاب کے ذریعے ملنے والی احادیث پوری طرح سے

محفوظ نہ رہ سکیں۔ اس لئے کہ اصحاب نے تدوین حدیث کی طرف حضور کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے تقریباً سو برس بعد توجہ کی اور اس کے برعکس اہلبیت علیہم السلام کے راس الرئیس حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ ہی میں احادیث رسولؐ کی تدوین کا کام شروع کر دیا تھا، جس پر دونوں فریق متفق ہیں۔ اصحاب کے بارے میں یہ طے ہے کہ ابتدا میں ان حضرات نے نہ صرف یہ کہ خود تدوین حدیث کی طرف توجہ نہ کی بلکہ دوسروں کو بھی اس کام سے سختی سے روک دیا۔

خلیفہ اول حضرت ابو بکر کا حکم تھا۔

"تم لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے آثار (حدیث، خطب، ادعیہ، وصایا، جوابات) کو کچھ بیان نہ کرو۔ دیکھو اگر تم سے کوئی دریافت کرے تو اس سے کہدیا کرو کہ ہمارے اور تمھارے درمیان قرآن موجود ہے۔" (تذکرۃ الحفاظ عالم اہلسنت علامہ ذہبی، جلد اول۔ صفحہ ۳) ایک مرتبہ نہ معلوم کس خیال کے تحت حضرت ابو بکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثوں کو جو تعداد میں پانچ سو تھیں جمع کیا اور اپنی بیٹی عائشہؓ کے سپرد فرمادیا۔ لیکن رات کو اپنی اس غلطی پر متنبہ ہوئے اور صبح ہوتے ہی اپنی بیٹی کے پاس آئے اور کہا بیٹی میری وہ حدیثیں لاؤ جو تمھارے پاس ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب میں اس مجموعے کو اپنے باپ کے پاس لائی تو انھوں نے آگ لگا کر سب کو جلادیا۔" (تذکرۃ الحفاظ جلد اول صفحہ ۶) (ریاض النضرہ و کنزالعمال)

یہی نہیں بلکہ اپنے اس نظریے کی تائید میں اصحاب یہ حدیث بھی روایت کرتے تھے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔

"قال لاتکتبوا عنی غیر القرآن فلسھرو"

ابو سعید خدری کہتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا ہے۔ میری طرف سے قرآن کے سوا

کچھ نہ لکھو۔ اور جس نے قرآن کے سوا کچھ لکھ لیا ہو وہ مٹا ڈالے ۔۔۔ (صحیح مسلم جلد دوم صفحہ ۲۵۵)

یہ بڑی عجیب بات ہے کہ محدث اہلسنت حضرت مسلم بن حجاج نیشاپوری اپنی "حدیث کی کتاب میں یہ حدیث لکھ رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "احادیث" کو لکھنے سے منع فرمایا ہے۔ !!

اسی طرح خلیفۂ دوم حضرت عمر بھی اپنے عمال کو روایت حدیث سے برابر منع کرتے رہتے تھے ۔ چنانچہ "قرظہ بن کعب کو جب عراق کا والی مقرر کیا تو یہ حکم دیا کہ "قرآن کو نمایاں و ظاہر کرو اور رسول اللہ صلعم سے احادیث کی روایت کم کرو۔ اس میں میں تمہارا شریک ہوں۔ جب قرظہ بن کعب عراق پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے احادیث رسولؐ بیان کرنے کی خواہش کی اس پر انھوں نے جواب دیا کہ "عمر رضی اللہ عنہ نے حدیثوں کے بیان کرنے سے روک دیا ہے۔" (بیان العلم، عبد البر جلد ۲ صفحہ ۱۴۷ تذکرۃ الحفاظ، ذہبی، جلد ۱ صفحہ ۳)

اسی پر اکتفا نہیں کی گئی بلکہ حدیثوں کے بیان کرنے پر راویان حدیث کو سزا بھی دی جاتی تھی۔

"ایک مرتبہ زمانہ۔ حضرت عمر کے بعد ابو ہریرہ صحابیؓ رسولؐ سے ابو سلمہ نے دریافت کیا کہ، کیا آپ حضرت عمر کے زمانے میں بھی یوں ہی حدیثوں کی روایت کرتے تھے ؟ ۔ اس کے جواب میں انھوں نے فرمایا اگر میں اسی طرح سے عمر کے زمانے میں روایت حدیث کرتا جیسا کہ تم لوگوں سے کرتا ہوں تو وہ مجھ کو دُرّے سے مارتے ۔۔۔ (تذکرۃ الحفاظ، ذہبی جلد ۱۔ صفحہ ۷)

راویان حدیث کے ساتھ سختی کا یہ عالم تھا کہ، امام حاکم لکھتے ہیں ۔۔۔ "عمر بن خطاب نے ابو مسعود، ابو درداء اور حضرت ابو ذر سے کہا۔ یہ تم لوگ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حدیثیں کیا بیان کرتے رہتے ہو ۔۔" اور اسی روایت حدیث

کے جرم میں ان سب اصحاب رسولؐ کو مدینہ میں مقید کر دیا ۔ یہاں تک کہ خود عمر قتل ہو گئے ۔" (مستدرک حاکم جلد ۱ صفحہ ۱۱۳)

احادیث رسولؐ کو سو برس بعد جمع کر کے لکھا گیا، اس کے متعلق عالم اہلسنت حافظ جلال الدین سیوطی، اپنی کتاب "تدریب الراوی" میں لکھتے ہیں۔

"حدیث کی تدوین پہلی صدی ہجری کے آخر میں عمر بن عبد العزیز (متوفی ۱۰۱ھ) کے حکم سے عمل میں آئی ۔ کیونکہ صحیح بخاری ابواب العلم میں ہے کہ اموی خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے ابو بکر بن حزم کو خط لکھا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حدیثوں پر نظر کرو اور ان کو لکھ لو ۔ کیونکہ مجھے علم کے مٹ جانے اور علماء کے فوت ہو جانے کا خوف ہے۔

ایسا ہی کچھ ابو نعیم نے بھی تاریخ اصفہان میں لکھا ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں ۔ "عمر بن عبد العزیز نے اپنی مملکت کے اطراف میں لوگوں کو لکھا کہ، رسول اللہ صلعم کی احادیث کو تلاش کر کے جمع کر لو ۔ (تاسیس الشیعہ ۲۷۸)

احادیث رسولؐ کو جمع کرنے اور لکھنے کے متعلق یہ تو اصحاب کا حال تھا، لیکن امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام اصحاب کے اس مذکورہ نظریہ کے برعکس یہ فرماتے تھے۔

قید العلم فی الکتابتہ

(علم کو لکھ کر قید یعنی محفوظ کر لو)

اور یہ حقیقت بھی تاریخی مسلمات میں سے ہے کہ امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہی سب سے پہلے کاتب وحی و مرتب و مفسر قرآن اور سب سے پہلے جامع و مرتب احادیث نبویہ ہیں ۔ جس کی تصدیق میں ایک روایت بخاری میں بھی یہ ملتی ہے۔

"حضرت علی نے ہمارے سامنے خطبہ دیا اور کہا۔ ہمارے پاس کوئی کتاب

نہیں جسے ہم پڑھیں بجز کتاب اللہ (قرآن) کے، یا جو اس صحیفے میں ہے۔ اور کہا کہ اس (کتاب) میں زخم کے بھر جانے کے قواعد (دیات) اونٹوں کی عمریں (بغرض زکات) اور یہ درج ہے کہ مدینہ جبل بنو عمیر سے فلاں مقام تک حرم ہے جو کوئی وہاں قتل کا ارتکاب کرے یا قاتل کو پناہ دے تو اس پر اللہ، فرشتوں اور انسانوں، سب ہی کی لعنت ہے۔ الی آخر (تاریخ تدوین حدیث ۲۳) یہی حدیث صحیح مسلم جلد اول میں بھی موجود ہے۔

اہل تشیع حضرات نے احتیاط کی بناء پر ایک تو اس وجہ سے اصحاب رسولؐ کی احادیث کو اپنے اعمال مذہبی کی انجام دہی کے لئے بنیاد قرار دینے سے احتراز کیا کہ ان احادیث کے پوری طرح سے محفوظ رہنے کی امید ہی نہ رہی تھی۔ اور دوسری وجہ اس سے بھی زیادہ اہم اور واضح یہ تھی کہ خود حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ کے آخری زمانے میں بار بار یہ ہدایت فرمائی تھی کہ۔

انی تارک فیکم الثقلین، کتاب اللہ و عترتی اہلبَیتی ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی ولن یفترقا بینھما حتیٰ یردا علی الحوض

ترجمہ۔ میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب دوسرے میری عترت، میرے اہلبیت۔ اگر تم ان دونوں کے دامن کو مضبوطی سے تھام لوگے تو کبھی گمراہ نہ ہونے پاؤگے۔ اور یہ دونوں ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس نہ پہنچ جائیں۔" یہ حدیث مبارکہ متفق علیہ ہے۔ صحیح مسلم نے اس حدیث کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔"

"معاشر الناس۔ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ واہل بیتی۔ اذکرکم اللہ فی اہل بیتی۔ اذکرکم اللہ فی اہل بیتی۔ اذکرکم اللہ فی اہل بیتی۔"

ترجمہ۔ لوگو میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، اللہ کی کتاب اور میرے اہلبیت۔ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ میرے اہلبیتؑ کے بارے میں خدا کو پیش نظر رکھنا۔ (اہلبیت کے بارے میں یہ جملہ آنحضرتؐ نے تین بار فرمایا) (صحیح مسلم جلد دوم ۳۲۶ طبع لکھنو)

یہی وجہ ہے کہ مذہب امامیہ اثنا عشری میں اقوال اہلبیت علیہم السلام کو بھی وہی درجہ حاصل ہے جو اقوال رسولؐ کا ہے۔ کیونکہ ائمہ طاہرین علیہم السلام بھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح، بوجہ عصمت، اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے تھے بلکہ وہی کہتے تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔ بالکل اسی طرح جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی وہی کہتے تھے جو حکم قرآن ہوتا تھا۔ جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد مبارک موجود ہے کہ آپ نے فرمایا۔ میری حدیث میرے جد امیرالمومنین علیہ السلام کی حدیث ہے اور میرے جد امیرالمومنین کی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے اور رسول اللہ صلعم کی حدیث خدائے عزوجل کا قول ہے۔ (اصول کافی جلد اول صفحہ ۹۹) اب تک کی تمام گفتگو کا خلاصہ یہی ہے کہ اسلامی تعلیمات ہم تک دو راستوں سے پہنچی ہیں۔ ایک راستہ، صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا راستہ اور دوسرا راستہ اہلبیت رسولؐ یعنی جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا، حضرت علی علیہ السلام اور آپ کی اولاد میں ائمہ طاہرین علیہم السلام کا راستہ۔ اور اس تمام تفصیل سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صحیح علم حدیث محفوظ اور مدون طریقے سے حضرت علی علیہ السلام اور آپ کی ذریت طاہرہ کے پاس ہی رہا اور ان ائمہ معصومین علیہم السلام کے ان مخصوص اصحاب کے ذریعے ہم تک پہنچا جن کے تقدس اور صداقت وتقوے کے اپنے اور پرائے سب ہی معترف ہیں۔ چنانچہ جب کچھ اہلسنت محدثین نے ابان بن تغلب (امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہم السلام کے صحابی) کی روایت کے قبول کرنے کے متعلق ان کے تشیع

(یعنی محبت اہلبیتؑ اور امامیہ مذہب کی پیروی) کی وجہ سے تردد کا اظہار کیا تو جلیل القدر عالم اہلسنت، شیخ الاسلام علامہ حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال، میں ان کی وثاقت اور اعتبار کی گواہی دے کر ان کے تشیع کے متعلق یہ کہہ کر معذرت کی ہے کہ۔

ان التشیع فی التابعین وتابعیهم کثیر مع الدین والورع والصدق...الخ

ترجمہ۔ تشیع، تابعین (وہ لوگ جنھوں نے اصحاب رسول کو دیکھا تھا) اور تبع تابعین (وہ لوگ جنھوں نے تابعین کو دیکھا تھا) کے ایسے افراد میں بے حد پایا جاتا ہے جو دین و ورع (پرہیزگاری) اور صداقت رکھتے تھے۔ اگر تشیع (یعنی پیروی۔ اہلبیتؑ) کی وجہ سے ان کی حدیثوں کو رد کر دیا جائے تو جناب رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بہت سے آثار فنا ہو جائیں گے۔

اور اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس گھرانے میں صحیح علم حدیث اور تمام مذہبی علوم کے موجود ہونے کی ایک اور اہم وجہ کا اعتراف مشہور عالم اہلسنت، علامہ شبلی نعمانی نے بھی کیا ہے۔ امام ابو حنیفہ کے متعلق شبلی نعمانی اپنی مشہور کتاب "سیرۃ النعمان" (سوانح عمری حضرت ابو حنیفہ) میں لکھتے ہیں۔ "ابو حنیفہ ایک مدت تک استفادے کی غرض سے ان کی (یعنی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر رہے اور فقہ اور حدیث کے متعلق بہت سی نادر باتیں حاصل کیں۔ شیعہ اور سنی دونوں نے مانا ہے کہ امام ابو حنیفہ کی معلومات کا بڑا ذخیرہ حضرت ممدوح کی صحبت کا فیض ہی تھا۔ امام ابو حنیفہ نے ان کے فرزند رشید حضرت (امام) جعفر صادق (علیہ السلام) کی فیض صحبت سے بھی بہت کچھ فائدہ اٹھایا۔ جس کا ذکر عموماً تاریخوں میں پایا جاتا ہے۔ ابن تیمیہ نے اس سے انکار کیا ہے اور اس (انکار) کی وجہ یہ خیال کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ حضرت امام جعفر صادق (علیہ السلام) کے معاصر اور ہمسر

تھے، اس لئے ان کی شاگردی کیونکر اختیار کرتے۔ لیکن یہ ابن تیمیہ کی گستاخی اور خیرہ چشمی ہے۔ امام ابو حنیفہ لاکھ مجتہد اور فقیہہ ہوں لیکن فضل و کمال میں ان کو حضرت (امام) جعفر صادق (علیہ السلام) سے کیا نسبت حدیث وفقہ، بلکہ تمام مذہبی علوم اہلبیت کے گھر سے نکلے ہیں اور "صاحب البیت ادری بما فیها (گھر والے جانتے ہیں کہ گھر میں کیا ہے)" (سیرۃ النعمان صفحہ ۲۷)

لوگ چاہیں کچھ بھی سمجھیں لیکن مجھ ناچیز، گناہ گار کو (جسے اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا بھی شدت سے احساس ہے) یہ کہنے میں کوئی امر مانع نہیں کہ میرے دل میں عالم اسلام کے ان تمام کلمہ گویوں کے لئے، جو خلوص نیت کے ساتھ اللہ کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرتے ہیں، دلی لگاؤ اور خیر خواہانہ جذبات موجود ہیں۔ وہ چاہے اسلام کے کسی بھی فرقے سے ہوں، لیکن یہ لوگ یقیناً ہمارے ایسے بھائی ہیں کہ دنیا اور آخرت میں، اپنے علاوہ ان کے بھی بہتر انجام کی تمنا ہمارے دل میں ہے۔ اور ہمارے دل کو یقین ہیکہ اگر تمام عالم اسلام، بلکہ تمام دنیائے انسانیت تک اہلبیت رسول علیہم السلام کی عطا کی ہوئی یہ پاک و پاکیزہ دینی تعلیمات پہنچ گئی ہوتیں تو یقیناً ہر شخص اور ہر کلمہ گو، دامن اہلبیت علیہم السلام سے وابستہ ہو کر اپنے گوہر مراد، یعنی خوشنودی پروردگار کو حاصل کر لیتا اور دین اسلام میں یہ فرقہ بندیاں نہ ہوتیں۔ اور اس کتاب کو مرتب کرتے ہوئے یہ شدید احساس بھی موجود ہے کہ اگر آج بھی عبد و معبود، خدا اور بندے کے رشتے کو صحیح بنیادوں پر مضبوط کرنے والی یہ حقیقی اور مکمل اسلامی تعلیمات تمام کلمہ گویان اسلام تک پہنچ جائیں تو آپس کے تمام اختلافات ختم ہو سکتے ہیں۔ اس لئے کہ غیر شیعہ افراد میں جن لوگوں تک بھی یہ تعلیمات پہنچیں اور جن لوگوں نے بھی تعصب اور جانبداری کو چھوڑ کر ائمہ طاہرین علیہم السلام کی بتلائی ہوئی ان اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کیا تو وہ اس کی صداقت اور حقانیت کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے۔ ماضی قریب کے جلیل القدر

سنی عالم، عالم اسلام کی سب سے بڑی اسلامی درس گاہ جامعہ ازہر مصر، کے چانسلر، عزت مآب شیخ محمود شلتوت کا فتویٰ اس حقیقت کا گواہ ہے۔ جو ماہنامہ "العربی کویت" شمارہ ۲۴ نومبر ۱۹۶۰ء میں شائع ہوا ہے۔ اس فتوے کو موصوف نے پروفیسر محمد تقی قمی جنرل سکرٹری "جماعت التقریب بین المذاہب الاسلامیہ" کو ان الفاظ کے ساتھ بھیجا تھا۔

ترجمہ۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ کی خدمت میں مسلک شیعہ امامیہ پر عمل پیرا ہونے کے جواز کے بارے میں اپنا دستخطی اور مہر شدہ فتویٰ ارسال کر رہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ اسے آپ "جماعت التقریب بین المذاہب الاسلامیہ" کے ریکارڈ میں رکھیں گے۔ یہ وہ ادارہ ہے جس کے قیام میں آپ کے ساتھ میرا بھی حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو توفیق دے کہ ہم اس ادارے کے مشن کو روبہ کار لاسکیں۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ (شیخ جامعہ ازہر، محمود شلتوت)

ترجمہ فتویٰ۔ "مذہب جعفریہ جو مسلک شیعہ امامیہ اثناء عشریہ کے نام سے مشہور ہے۔ وہ مسلک ہے جس کے طرز (طریقے) پر عبادات کا بجالانا شرعی اعتبار سے اسی طرح درست ہے جس طرح تمام سنی مسلکوں کے طرز پر۔ پس مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس بات کو سمجھ لیں اور ان مسلکوں کے بارے میں ناحق تعصب سے کام نہ لیں۔ دین خدا اور اس کی شریعت کسی خاص مسلک کی پابند یا کچھ خاص مسلکوں میں محدود نہیں ہے۔ پس ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ کوشاں ہے جو بارگاہِ الٰہی میں سعی مقبول ہوگی۔ جو صاحبان نظر و اجتہاد نہیں ہیں، ان کے لئے ان حضرات کی تقلید اور ان فقہی مسائل پر عمل جائز ہے جن کو یہ لوگ ثابت فرمائیں۔ خواہ ان کا تعلق عبادات سے ہو خواہ معاملات سے (محمود شلتوت) (شائع شدہ العربی، کویت نومبر ۱۹۶۰ء

اس فتوے کے ساتھ، ماہنامہ العربی کویت، کے مدیر، ڈاکٹر احمد ذکی سے،

سعودی عرب کے یوسف احمد الغزال الاحساء کا ایک سوال اور ڈاکٹر صاحب کا جواب (جو العربی کویت، کے اسی شمارے میں شائع ہوا ہے) درج کر دینا بھی مناسب ہے۔

ترجمہ سوال۔ پانچوں اسلامی مسلکوں، حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی اور جعفری میں کونسا مسلک قدیم ترین ہے، اور ان مسالک میں بنیادی فرق کیا ہے۔؟

ترجمہ جواب۔ "امام احمد حنبل شاگرد تھے امام شافعی کے، امام شافعی شاگرد تھے محمد بن الحسن اور امام مالک کے جو عکرمہ کے شاگرد تھے۔ عکرمہ عبد اللہ ابن عباس کے شاگرد تھے۔ عبد اللہ ابن عباس شاگرد تھے حضرت علی ابن ابی طالب (علیہ السلام) کے۔ ادھر ابو حنیفہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے شاگرد تھے، جو اپنے والد ماجد (امام محمد باقر علیہ السلام) کے شاگرد تھے، اور یہ سلسلہ بھی حضرت علی (علیہ السلام) پر ختم ہوتا ہے جو تمام فقہ اسلامی کی بنیاد تھے۔ اس طرح ان تمام مسلکوں میں مسلک جعفری ہی قدیم ترین مسلک قرار پاتا ہے۔

ان تمام اسلامی فرقوں میں ایسا کوئی بنیادی اختلاف نہیں پایا جاتا جیسا کہ یہودی اور عیسائی فرقوں میں پایا جاتا ہے۔ اس لئے کہ شریعت اسلامیہ بہرحال ایک ہے جس کی بنیاد قرآن مجید اور سیرت رسولؐ پر ہے۔ شریعت کی یہ دو بنیادیں ہیں، نہ جن پر کوئی اختلاف ہے اور نہ کوئی جھگڑا۔ اختلاف جو کچھ ہے وہ دراصل تفصیلات روایات اور اسناد کے بارے میں ہے۔ (العربی کویت، شمارہ ۲۴)۔

روایات اور اسناد کے بارے میں جو اختلاف ہے اس کے بارے میں کچھ ابتدائی تفصیل تو ہم بیان کر چکے ہیں۔ لیکن ایک اور اہم بات یہ بھی ہے کہ احادیث مبارکہ کو دو اہم پہلوؤں سے جانچا اور پرکھا جاتا ہے۔ ایک یہ کہ اس حدیث کی سند یعنی راوی کون ہے؟ اور دوسرے یہ کہ، روایت یعنی متن حدیث احکامات قرآنی کے مغائر تو نہیں وغیرہ وغیرہ۔

احادیث کو جانچنے اور پرکھنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں بھی اور آپ کے بعد بھی بے شمار حدیثیں آپ سے منسوب کر کے بیان کی گئیں۔ جو ابتدائی دور میں کتب اسلامی کا ایک حصہ بن گئیں۔ اس لئے جھوٹی حدیثوں کو الگ کرنے کے لئے علم الرجال کی بنیاد رکھی گئی جو راویان حدیث کی زندگیوں اور ان کے کردار واعمال کی تفصیلات اور ان راویوں کے حقیقی یا فرضی، ثقہ وعادل یا جھوٹے وفاسق ہونے کی تحقیق پر مبنی ہے۔ اگر صحیح طرز فکر کے ساتھ غیر متعصب وغیر جانبدارانہ انداز میں غور کیا جائے تو یہ حقیقت سمجھ میں آتی ہے کہ اہلبیت علیہم السلام سے جو حدیثیں انتہائی محفوظ طریقے سے ہم تک پہنچی ہیں وہ زندگی کے ہر مسئلہ سے متعلق ہیں اور ہر مومن و مسلم کے لئے۔ مہد سے لحد تک گہوارے سے گور تک جو مسائل و مشکلات ہیں، ان کا حل پیش کرنے والی ہیں۔ علوم اہلبیت علیہم السلام کا یہ وہ صاف وشفاف شیریں چشمہ ہے، جس سے تمام تشنگان علم سیراب ہوسکتے ہیں۔ احادیث اور تواریخ کی کتابوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ نہ صرف امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے بلکہ شیعیان علی میں سے حضرت سلمان فارسی، حضرت ابوذر غفاری، حضرت ابو رافعؑ، حضرت میثم تمار، حضرت سلیم بن قیس ہلالی اور بہت سے اصحاب امیر المومنین علیہ السلام (جن میں سے بعض اصحاب رسولؐ بھی تھے) نے الگ الگ حدیث کی کتابیں لکھیں، جن میں سے بعض کتب آج بھی موجود ہیں۔

اس کے بعد امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں یہ حالت ہو گئی تھی کہ بنی امیہ اور بنی عباس، حصول حکومت واقتدار کے لئے ایک دوسرے سے جنگ وجدال میں مصروف تھے جس کی وجہ سے امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام کو کچھ دن سکون ملا تو ان ائمہ معصومین علیہم السلام نے عوام الناس کو علوم اسلامی کی تعلیم دینی شروع کی۔ ان ائمہ طاہرین علیہم السلام کے حلقہ درس میں بیک وقت چار ہزار طالبان علم وہدایت شریک ہوتے

تھے اور اس دور کے چار ہزار سے زیادہ راویان حدیث ہیں جنھوں نے امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے سلسلہ اسناد سے ہر موضوع اور ہر مسئلہ کے متعلق حدیثیں روایت کیں اور الگ الگ کتابوں میں ان حدیثوں کو جمع کیا۔ اور اس طرح ان راویان حدیث نے سلسلہ معصومین سے روایت کرتے ہوئے بے شمار کتابیں لکھیں جن میں کا بڑا حصہ اس وقت تلف ہو گیا جب بغداد کے محلہ کرخ میں اور دوسرے مقامات پر فسادات ہوئے اور کتب خانے بھی جلادیے گئے۔ ان کتابوں میں سے چار سو کتابیں بچ گئی تھیں جو اصول اربعہ مأۃ کے نام سے مشہور ہوئیں۔ جن میں سے چوبیس کتابیں آج بھی محفوظ ہیں اس عہد کی احادیث کی ان کتب کو محدثین شیعہ کی اصطلاح میں "اصل" اور ان میں کی چار سو تالیفات کو "اصول اربعہ مأۃ" (چار سو اصول) کہتے ہیں۔

"اصل کی تعریف آغائے بزرگ طہرانی محمد محسن دام اللہ ظلہم العالی نے "الذریعہ، جلد دوم صفحہ ۱۲۶ پر، بایں الفاظ لکھی ہے۔" وہ کتاب جسے مؤلف نے خود معصومؑ سے سن کر جمع کیا ہو یا اس سے سن کر قلم بند کیا ہو جس نے خود معصومؑ سے سنا ہو، بہرحال کسی کتاب سے نقل نہ کیا ہو"۔

واضح رہے کہ اس صورت میں احادیث کا معصوم سے مروی ہونا اور الفاظ ومفہوم کا محفوظ ہونا نسبتاً قطعی ہو جاتا ہے۔ اب اگر مؤلف معتمد ہے تو کتاب بھی قطعاً معتبر ہوگی۔ چنانچہ قدماء کے یہاں احادیث وروایات کے اعتبار کا دارومدار انُ ہی (اصول اربعہ مأۃ) پر تھا۔" (تاریخ تدوین حدیث صفحہ ۴۵،۴۴)

اتنی احتیاط کے باوجود بھی شیعیت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والے بعض افراد نے کچھ شیعہ کتب میں، اپنے خود ساختہ عقائد کی تائید میں غلط احادیث کو ائمہ معصومین علیہم السلام سے منسوب کر کے شامل کرنے کی کوششیں بھی کیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن سے ائمہ طاہرین علیہم السلام کے احکام کی بناء پر تمام شیعہ مسلسل براءت اور

ان کے غیر شیعہ ہونے کا اظہار کرتے رہے ۔ چنانچہ ایسے ہی ایک مفتری و کذاب راوی کا ذکر کرنے کے بعد امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ "خدا سے ڈرو اور ہماری نسبت سے ایسی حدیثیں قبول نہ کرو جو قول خدا اور سنت رسولؐ کے خلاف ہوں"۔

اس ارشاد مبارک کے ذریعے امام علیہ السلام نے احادیث معصومین علیہم السلام کے متعلق یہ معیار بھی بتادیا کہ ہماری احادیث کی صحت معلوم کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ انھیں قول خدا و قول رسولؐ کے مطابق پاؤ تو قبول کرو، ورنہ رد کر دو۔ اسی معیار کو کسوٹی قرار دینے کی وجہ سے بنیادی شیعہ کتب میں موضوع احادیث کے داخلے کی تمام کوششیں ناکام رہیں ۔ اس دور کی معتبر کتابیں "اصول اربعہ ماۃ" تھیں جو دشمنوں کی زد سے محفوظ رہ گئی تھیں اور ان ہی کتابوں کے ذریعے اس دور کے شیعہ، اپنے مسائل و احکام کو حل کرتے تھے ۔ لیکن چونکہ یہ کتابیں متفرق تھیں اور مرتب بھی نہ تھیں، اس لئے بعض محدثین نے ان ہی متفرق کتب کو ترتیب کے ساتھ جمع کرنے کا ارادہ کیا ۔ تاکہ ڈھونڈنے والے کو ایک ہی کتاب میں وہ تمام حدیثیں مل جائیں جو احکام و مسائل کے حل کے لئے کافی ہوں ۔ اسی مقصد کو سامنے رکھ کر کتب اربعہ (چار کتابیں) مرتب کی گئیں ۔ چنانچہ کتب اربعہ میں جو پہلی مستند کتاب مانی جاتی ہے وہ "کافی" ہے ۔ جس کے مولف ثقتہ الاسلام، ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی علیہ الرحمہ المتوفی ۳۲۹ھ نے، اپنی اس کتاب کے مقدمے میں سبب تالیف تحریر فرماتے ہوئے لکھا ہے :-

"اس کتاب میں صحیح اخبار (احادیث) جمع کئے جائیں گے ۔ جس میں تمام علوم و معارف دینیہ شامل ہوں اور ہر طرح سے کافی ہوں ۔" اس کتاب کا نام "کافی" بھی ان ہی الفاظ کی بناء پر قرار پایا ۔ اسی طرح کتب اربعہ کی دوسری مستند کتاب "من لایحضرہ الفقیہ" کے مولف علامہ ابو جعفر محمد بن بابویہ قمی، المعروف شیخ صدوق علیہ

الرحمہ نے اپنی اس کتاب کے دیباچے میں لکھا کہ ۔

"میں اس کتاب میں وہی روایات درج کروں گا، [illegible] کے مطابق میں فتویٰ دیتا ہوں اور اپنے اور خدا کے درمیان حجت سمجھتا ہوں ۔" (من لایحضرہ الفقیہ جلد اول صفحہ ۳ مطبوعہ ۱۳۰۰ مطبع جعفری) اور کتب اربعہ کی باقی دو کتابوں "تہذیب الاحکام" اور "الاستبصار" کے مولف شیخ الطائفہ علامہ ابو جعفر محمد طوسی علیہ الرحمہ، المتوفی ۴۶۰ھ اپنی کتاب "تہذیب الاحکام" کے بارے میں "الاستبصار" کے دیباچے میں لکھتے ہیں ۔ "ہماری کتاب کبیر "تہذیب" کو لوگوں نے دیکھا کہ اس میں احکام حلال و حرام سے متعلق اخبار (احادیث) اور اکثر فقہی روایات موجود ہیں ۔ اور تمام ابواب و موضوعات پر بعض چند روایات کے علاوہ سب کچھ موجود ہے اور شیعہ مصنفین کے تصانیف و اصول کے زیادہ سے زیادہ احادیث موجود ہیں اور یہ بھی محسوس کیا کہ وہ مبتدی کے لئے ذخیرہ منتہی کے لئے اشارہ اور متوسط کے لئے عبور کا ذریعہ ہے ۔ غرض ہر ایک اپنا مطلب نکال سکتا ہے ۔"

پھر اس کے بعد اپنی دوسری کتاب "الاستبصار" کے بارے میں لکھتے ہیں ۔

"اس کے بعد لوگوں کو شوق ہوا کہ، مخالف و موافق روایات اور استدلال اور بحث کے بجائے مختصر طریقے پر ایک ایسی کتاب مرتب کی جائے کہ جس میں مختصر طریقے سے اختلافی روایات جمع ہوں کہ درمیانی صلاحیت رکھنے والوں کے لئے ماخذ اور ماہرین کے لئے ایک یادداشت ہو ۔ پھر ان روایات کے جمع کرنے میں یہ خیال رکھا ہے کہ، ہر باب میں اپنے فتوے کا تمسک اور اپنے نزدیک زیادہ مستند روایتوں کو لکھا ہے ۔ پھر اس کے مخالف اخبار کو ۔" (دیباچہ الاستبصار صفحہ ۲، مطبع جعفری لکھنو مطبوعہ ۱۳۰۰ھ)

ہماری یہ کتاب "روح شیعت، کتب اربعہ کی روشنی میں" ان ہی چاروں کتابوں کی منتخب احادیث کا مجموعہ ہے ۔ ان چاروں کتابوں میں مجموعی طور پر چوالیس

ہزار (۴۴۰۰۰) حدیثیں ہیں ۔ ان چاروں کتابوں (کتب اربعہ) کا مختصر تعارف ار تفصیل یہ ہے ۔

(۱) ۔ کافی ۔ علم حدیث کی یہ کتاب جو بہت سی کتابوں کا نچوڑ اور لاکھوں روایتوں اور حدیثوں کی جان ہے ۔ بیس برس کی محنت کے بعد تیار ہوئی ۔ اسی کتاب کی بناء پر مولف کتاب علامہ یعقوب کلینی علیہ الرحمہ کو ثقتہ الاسلام اور تیسری صدی کا مجدد بھی کہا جاتا ہے ۔ "کافی" کی ایک خصوصیت تو یہ ہے کہ اس کتاب سے پہلے مسلمانوں کی کوئی ، اتنی جامع اور اتنی بڑی کتاب نہ تھی ۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ مولف نے "اصول اربعہ مائۃ" کے اسلوب کو بدل کر کتاب کو عقائد و اعمال کے ذکر کے مطابق ترتیب دیا ۔ اور اس میں بھی کلیات و مہمات و جزئیات اور ضمنیات کا خیال رکھا ۔ اور اس کتاب کو عقائد و فقہ کے مصنفین و مولفین کے لئے ایک پائیدار خاکہ بنادیا ۔ صاحب روضات الجنات کے مطابق ، بعض علماء نے فرمایا ہے کہ علامہ یعقوب کلینی علیہ الرحمہ اپنی اس کتاب کافی میں اصح السند روایت کو دوسری سند پر مقدم کرتے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ کافی کے بعد فقہا نے دوسری کتابوں کی طرف رجوع کم کر دیا ۔ کیونکہ اس کی ترتیب ان کے لئے مفید اور اس سے روایات نکالنا آسان تھا ۔ کافی ، تین حصوں پر مشتمل ہے ۔ اصول و فروع و روضہ ۔ اصول کافی ، کتاب العقل سے شروع ہو کر فضائل قرآن پر ختم ہے ۔ اس میں عقائد کا ذکر ہے ۔

(۲) ۔ فروع کافی ، کتاب الطہارت سے شروع ہو کر دیات پر ختم ہے ۔ اس حصے میں احکام و اعمال کا تذکرہ ہے ۔

(۳) ۔ روضہ ۔ کافی ۔ اس حصے میں خطوط و خطب و واقعات پر روایات و احادیث کو جمع کیا گیا ہے ۔ کافی میں سولہ ہزار ایک سو ننانوے (۱۶۱۹۹) احادیث ہیں اس میں شک نہیں کہ کافی کا درجہ سب ' ـدیث کی کتابوں) سے مقدم مانا گیا ہے ۔ اور کافی کا شرف اس اعتبار سے بھی ہے کہ اس میں نقل روایات میں انتہائی ضبط

والتقان سے کام لیا گیا ہے اور سندیں پوری نقل کی گئی ہیں ۔

من لایحضرہ الفقیہ

کتب اربعہ کی دوسری مستند کتاب مانی جاتی ہے ۔ جو ثقتہ الاسلام شیخ صدوق ، ابو جعفر محمد بن علی ابن بابویہ قمی ، المتوفی ۳۸۱ھ کی تالیف ہے ۔ آپ نے تقریباً تین سو کتابیں لکھی ہیں لیکن "من لایحضرہ الفقیہ" کو جو مقام اور مقبولیت حاصل ہوئی وہ کسی کتاب کو نہیں ملی ۔ اس کتاب میں نو ہزار چوالیس (۹۰۴۴) حدیثیں ہیں ۔ اس کتاب کی پہلی جلد کتاب الطہارت سے شروع ہو کر کتاب الصلوٰۃ پر ختم ہوتی ہے ۔ دوسری جلد کتاب الزکوٰۃ سے شروع ہو کر کتاب زیارات قبور معصومین علیہم السلام پر تمام ہوتی ہے ۔ تیسری جلد میں معاملات یعنی ، نکاح و طلاق و قضایا و احکام وغیرہ کا بیان ہے ۔ اور آخر میں مواعظ و ہدایات کے موضوع پر نادر احادیث ہیں ۔ آخری حصہ سند الکتاب ، یعنی راویوں کے بیان میں ہے ۔

(۳) تہذیب الاحکام

شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد طوسی علیہ الرحمہ المتوفی ۴۶۰ھ ، نے یہ کتاب اپنے استاد حضرت شیخ مفید کی کتاب "المقنعہ" کی شرح کے طور پر لکھی اور ہر مسئلے کے متعلق موافق و مخالف روایات کو لکھ کر آخر میں اپنی دلیل کے ساتھ ، صحیح روایات کی نشان دہی بھی کی ۔ اس کتاب میں جملہ تیرہ ہزار پانچ سو نود (۱۳۵۹۰) احادیث ہیں ۔

الاستبصار ، فیما اختلف من الاخبار تالیف شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد طوسی علیہ الرحمہ

کتب اربعہ (چار کتابوں) میں چوتھے درجے کی کتاب مانی جاتی ہے ۔ اس میں صرف احادیث کے پیش کرنے پر اکتفا نہیں کی گئی بلکہ متعارض احادیث درج کر کے ان میں ، جمع ، ترجیح و تاویل کے فرائض بھی انجام دیے گئے ہیں ۔ جو خالص ایک فقیہ کا فرض ہے ۔ یہ نو سو بیس ابواب پر مشتمل ہے ۔ جس میں پانچ ہزار پانچ سو گیارہ

(۵۵۱۱) احادیث ہیں ۔ حضرت شیخ طوسی علیہ الرحمہ کی یہ دونوں کتابیں بھی، علامہ ی صدوق علیہ الرحمہ کی کتاب "من لایحضرہ الفقیہ" کی طرح زیادہ تر فروعات کے بیان میں ہی ہیں اور اصول و عقائد کے متعلق ابواب مکمل طریقے سے صرف "کافی" ہی میں ملتے ہیں ۔ اس لئے ہم نے اصول و عقائد کے بارے میں جو حدیثیں منتخب کی ہیں، اس کا بڑا حصہ کافی ہی سے لیا گیا ہے اور فروعات کے موضوع پر ان تین کتابوں سے زیادہ احادیث نقل کی گئی ہیں ۔ بعض موضوعات پر کچھ احادیث الفاظ کے معمولی سے فرق کے ساتھ یا کسی بھی فرق کے بغیر چاروں کتابوں میں موجود ہیں لیکن ہم نے طوالت سے بچنے کے لئے کسی ایک ہی کتاب کا حوالہ درج کیا ہے ۔ چونکہ اس کتاب کو عام اردو داں افراد کی سہولت کا خیال کرتے ہوئے مرتب کرنے کی کوشش کی گئی ہے اس لئے جہاں ضروری سمجھا گیا وہاں بعض مقامات پر قوسین میں اشارتاً ہم نے اپنی معمولی سوجھ بوجھ کے مطابق بجائے حاشیہ کے مختصر وضاحت بھی کر دی ہے ۔ ایسی وضاحتوں کا قبول کرلینا ضروری بھی نہیں ۔ بعض ایسی احادیث بھی ہیں کہ جن کا ایک حصہ واضح مفہوم رکھتا ہے اور دوسرا حصہ ایسے متن والفاظ پر مشتمل ہے کہ معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والے افراد اس کی تشریح سے قاصر ہیں ۔ ایسی احادیث کے متعلق امیر المومنین علیہ السلام کے اس ارشاد مبارک کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ آپ نے فرمایا ۔ "ہماری جو باتیں تمہاری سمجھ میں نہ آئیں انھیں آئندہ آنے والے لوگوں کے لئے چھوڑ دو ۔"

چونکہ ہمارا یہ انتخاب مختصر ہے اس لئے ہم نے ہر حدیث مبارکہ کی پوری پوری سندیں یعنی تمام راویوں کے نام نقل کرنے کے بجائے اصل احادیث کا ترجمہ نقل کرنا مناسب سمجھا ہے ورنہ دوسری صورت میں کتاب کے صفحات اور زیادہ ہوجاتے یہ مجموعہ تو صرف احادیث آل محمد علیہم السلام، کی روشنی میں، اصل اسلامی تعلیمات کا مختصر سا تعارف ہے ۔ اور اس کتاب کے ہر موضوع پر ہم نے صرف منتخب

احادیث ہی پیش کی ہیں ورنہ اس کتاب کے ہر موضوع سے متعلق اور بھی بہت سی احادیث کتب اربعہ میں موجود ہیں ۔ جن لوگوں کو بھی تشنگی کا احساس ہو وہ اصل کتب اربعہ سے مزید استفادہ کر سکتے ہیں ۔ احادیث محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السلام کا یہ مختصر سا انتخاب تو صرف اس خیال کے پیش نظر شائع کیا جارہا ہے کہ شیعوں کے صحیح عقائد و مسلمات کے متعلق جو غلط فہمیاں پھیلائی گئی ہیں اور تھوڑے تھوڑے وقفے سے پھیلائی جاتی رہتی ہیں ان سے ہمارے نوجوان متاثر نہ ہونے پائیں اور انہیں خود بھی اپنے حقیقی اعتقادات سے آگاہی رہے ۔

اس مختصر سی کتاب میں تمام مسائل و احکام کی تفصیل کی گنجائش نہیں ۔ یہ مجموعہ تو، اصول دین و فروع دین اور معاملات دنیا کے تعلق سے منتخب احادیث معصومین علیہم السلام پر مبنی ہدایات کا انتخاب ہے ۔ جسے ہم مذہب شیعہ کے محاسن و فضائل و علوم آل محمدؐ کی اشاعت کی غرض و غایت کے پیش نظر شائع کر رہے ہیں ۔ اس فرقہ کے عقائد کیا ہیں، اعمال کیسے ہیں ۔ علم و حکمت سے اس کے احکام کو کیسی واضح مطابقت حاصل ہے ۔ عدل و انصاف سے اس کے اصول و ارکان کو کتنا شدید تعلق ہے ۔ اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی مقدس تعلیمات کیا ہیں اور ان تعلیمات کی روشنی میں ایک مومن کو کس طرح زندگی گزارنی چاہیے ۔ ان نفوس قدسیہ نے دنیا والوں کو تہذیب و اخلاق اور آداب معاشرت کی کیسی تعلیم دی ہے ۔ ان تمام حقیقتوں کو مستند کتابوں کے حوالوں سے دنیا کے سامنے پیش کرنے کی یہ بھی ایک کوشش ہے ۔ تاکہ افراد ملت کے سامنے، اس خارزار حیات کو مرضئ معبود کے تحت طے کرنے کے لئے واضح ہدایات موجود رہیں اور عالم انسانیت کو بھی ان ائمہ معصومین کی سیرت طیبہ سے روشنی حاصل کرنے کا موقع مل سکے ۔ اردو زبان آج کل دنیا کی سب سے زیادہ بولی جانے والی زبانوں میں سے ایک زبان ہے ۔ مگر یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج تک اردو زبان میں مذہب امامیہ کی بنیادی کتابوں

میں شامل، کتب اربعہ کا مکمل ترجمہ شائع نہ ہوسکا اور اردوداں حضرات اس نعمت عظیم کے استفادے سے محروم ہیں۔ہم نے اپنی بے بضاعتی و کم علمی کے باوجود جتنا ممکن ہوسکا، ایک ہزار برس سے موجود علوم اہلبیتؑ کے اس بحر زخار کا ایک منتخب حصہ اردوداں حضرات کے استفادے کے لئے پیش کر دیا ہے۔زیر نظر کتاب چار حصوں پر مشتمل ہے اور یہ اس کتاب کا پہلا حصہ ہے۔دوسرا حصہ طرز معاشرت کے بیان میں ہے، جس میں مومن کی زندگی میں پیدائش سے موت تک جتنے بھی مراحل و مسائل ہیں ان کے متعلق ہدایات معصومین علیہم السلام پر مبنی احادیث مبارکہ کا ذخیرہ کتب اربعہ سے منتخب کیا گیا ہے۔پیدائش، عقیقہ، ختنہ، تعلیم، کسب معاش، نکاح، طلاق، والدین کے ساتھ حسن سلوک، قرض، فضیلت احسان، علم، عقل، صلہ رحم، بیوی کے حقوق شوہر پر اور شوہر کے حقوق بیوی پر، ان تمام موضوعات کے متعلق نادر و نایاب احادیث مبارکہ کا ایسا انتخاب اس سے پہلے کسی کتاب میں یکجا پیش نہیں کیا گیا۔انشاءاللہ اس کتاب کے دونوں حصوں کے انگریزی اور ہندی ایڈیشن بھی جلد ہی پیش کر دیئے جائیں گے۔اس کتاب کی تیاری میں لفظی اور معنوی غلطیوں سے بچنے کی پوری پوری کوشش کی گئی ہے لیکن اس کے باوجود اگر کوئی غلطی نظر آجائے تو ادباً گزارش ہے کہ نشاندہی فرما کر ہمیں اپنی اصلاح کا موقع عنایت فرمائیں۔پروردگار عالم سے دعا ہے کہ محمد وآل محمد علیہم السلام کے وسیلے سے ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے اور تمام پڑھنے والوں کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ اس کتاب میں درج شدہ تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر دنیا و آخرت کی کامیابیوں کو حاصل کریں۔

تاریخ ۵ر دسمبر ۱۹۹۶ء

۲۱-۲-۲۲، دبیر پورہ، حیدرآباد ۲۴-

آندھراپردیش (انڈیا)

احقر العباد

رضا مہدی ذاکر اہلبیتؑ

اسلام اور ایمان

اشهدان لااله الاالله محمدالرسول الله علی ولی الله وصی رسول الله

(۱) ۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک شخص نے اسلام اور ایمان اور ان (دونوں) کے فرق کے متعلق سوال کیا۔آپؑ نے فرمایا۔"اسلام" وہ ظاہری حالت ہے جس پر عام لوگ ہیں۔یعنی گواہی دینا اس کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے عبد (بندے) اور رسول ہیں۔اور نماز کو قائم کرنا اور زکوۃ دینا اور ماہ رمضان میں روزہ رکھنا۔یہ تو ہے اسلام۔رہا ایمان تو ان چیزوں کے ساتھ امر ولایت و امامت کی معرفت ہے۔جس نے اسے نہ پہچانا وہ مسلم گم کردہ راہ ہے۔
((ترجمہ اصول کافی جلد دوم صفحہ ۳۵)

(۲) ۔فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے۔ایمان میں اسلام داخل ہے لیکن اسلام میں ایمان داخل نہیں۔یعنی جو مومن ہے وہ مسلم ضرور ہے لیکن ہر مسلم مومن نہیں ہوتا (اصول کافی جلد دوم صفحہ ۳۸)

اصول دین توحید

(۱) ۔راوی کہتا ہے کہ میں نے امام موسی کاظم علیہ السلام سے توحید کے بارے میں سوال کیا۔حضرت نے اپنے قلم سے جواب لکھا۔سزاوار حمد ہے وہ ذات جس نے اپنے بندوں کو اپنی حمد کا الہام فرمایا۔اس کے وجود نے عقول اور اوہام کی جولانیوں کو بیکار بنا دیا ہے۔(پھر فرمایا)۔دین میں سب سے پہلی چیز خدا کی معرفت ہے اور اس کی معرفت کا کمال اس کی توحید ہے۔اور کمال توحید صفات مخلوق کی اس سے نفی ہے۔ہر صفت اس پر گواہ ہے کہ وہ موصوف سے علٰحدہ ہے۔جس نے کیفیات سے خدا کی تعریف کی اس نے خدا کے لئے حد بندی کر دی۔اور جس نے اسے محدود کیا

اس نے گویا اسے گن لیا اور جس نے شمار کیا اس نے ازلی ہونے کو باطل قرار دیا۔ جس نے اس کے متعلق، کیونکر ہے ؟ سوال کیا اس نے مخلوق کے اوصاف سے اسے موصوف کیا۔ جس نے کہا کس چیز میں ہے ؟ اس نے اس کو بیچ میں لے لیا اور جس نے کہا، کس چیز پر ہے ؟ وہ اس سے جاہل رہا۔ اور جس نے کہا، وہ کہاں ہے ؟ اس نے ایک جگہ کو اس سے خالی قرار دیا۔ جس نے کہا، وہ کیا ہے ؟ اس نے اس کی تعریف کرنا چاہی ۔ اور جس نے کہا، کہاں تک ہے ؟ اس نے حد قائم کی۔ وہ عالم تھا جبکہ کوئی معلوم نہ تھا۔ وہ خالق تھا جبکہ کوئی مخلوق نہ تھی۔ اور وہ اس وقت بھی رب تھا جب کوئی مربوب نہ تھا۔ اس طرح ہمارے رب کا وصف بیان ہوتا ہے۔ اس کی ذات وصف بیان کرنے والوں کے وصف سے بالاتر ہے۔ (اصول کافی جلد اول کتاب التوحید صفحہ ۲۱۹)

(۲) ۔ حمزہ بن محمد نے بیان کیا کہ میں نے امام علی نقی علیہ السلام سے سوال کیا (اللہ کے لئے) جسم وصورت کے متعلق ۔ آپ نے تحریر فرمایا" پاک ہے وہ اللہ جس کے مثل کوئی نہیں ۔ نہ وہ جسم ہے، نہ صورت ۔ (اصول کافی جلد اول کتاب التوحید صفحہ ۱۹۷)

(۳) ۔ ابو حمزہ سے مروی ہے کہ میں نے امام زین العابدین علیہ السلام سے توحید کے متعلق پوچھا۔ فرمایا خدا کی تعریف محدود صورتوں سے نہیں کی جاتی ۔ وہ زائد برذات صفتوں سے مبرہ ہے۔ پھر محدودیت سے اس کا کیا تعلق ۔ بینائیاں اس کا ادراک نہیں کرتیں ۔ وہ ابصار کا ادراک کرتا ہے ۔ وہ لطیف و خبیر ہے (اصول کافی جلد اول کتاب التوحید صفحہ ۱۹۳)

(۴) ۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک یہودی عالم امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ اے امیر المومنین، جب سے آپ نے عبادت کی ہے، کبھی اپنے رب کو دیکھا بھی ہے ۔ فرمایا وائے ہو تجھ پر، میں اس رب کی

کیوں عبادت کرتا جس کو نہیں دیکھا اس نے کہا۔ کیسا دیکھا ۔ (یعنی کیسی شکل وصورت ہے) فرمایا وائے ہو تجھ پر، یہ آنکھیں اپنی بینائیوں سے اسے نہیں پاتیں لیکن دل اسے دیکھتے ہیں حقائق ایمان کے ساتھ ۔ (اصول کافی کتاب التوحید صفحہ ۱۵۷، ۱۵۸)

(۵) ۔ ہشام ابن الحکم نے سوال کیا امام جعفر صادق علیہ السلام سے ۔ اسمائے الہیہ کے اشتقاق کے متعلق ۔ اور یہ کہ لفظ اللہ، کس سے مشتق ہے، فرمایا، وہ مشتق ہے لفظ "الہ" سے اور وہ مقتضئ مادہ نہیں ۔ اور یہ اسم غیر مسمیٰ ہے ۔ پس جس نے معنی کو چھوڑ کر اسم کی عبادت کی، اس نے کفر کیا اور کسی کی بھی عبادت نہ کی ۔ اور جس نے اسم و معنی دونوں کی عبادت کی اس نے کفر کیا اور دونوں کی عبادت کی اور جس نے معنی کی عبادت کی، نہ کہ اسم کی تو یہ توحید ہے ۔ (اس جواب کے بعد) حضرت نے فرمایا ۔ اے ہشام تم سمجھ گئے ۔ میں نے کہا کچھ اور زیادہ واضح کیجئے فرمایا ۔ خدا کے ننانوے نام ہیں ۔ پس اگر ہر اسم مسمیٰ بن جائے تو ان میں سے ہر نام ایک معبود بن جائے گا ۔ لیکن لفظ اللہ سے مراد وہ معنی ہیں جس کی طرف یہ تمام اسماء دلالت کرتے ہیں ۔ وہ سب اس کے غیر ہیں ۔ اے ہشام روٹی ایک خوردنی چیز کا نام ہے ۔ خود وہ چیز نہیں ۔ پانی نوشیدنی (پینے کی) ایک چیز ہے کپڑا پہننے کی چیز ہے، آگ جلانے والی ایک چیز کا نام ہے ۔ (یہ نام خود وہ شئے نہیں بلکہ اس کو بتانے والے ہیں) ۔ اے ہشام اب تم سمجھ گئے ۔ اب تم ہمارے دشمنوں کے اعتراضات کو دفع کر سکتے ہو ۔ خدا کے سوا غیر کو معبود بنانے والوں کو راہ حق دکھا سکتے ہو ۔ میں نے کہا بیشک ۔ فرمایا خدا تم کو ان دلائل سے نفع پہنچائے اور ہر معرکے میں تمہیں ثابت قدم رکھے ۔ ہشام کہتے ہیں واللہ اس کے بعد مسئلہ توحید میں مجھ پر کوئی غالب نہ آیا اور میں اپنے مقام پر ثابت قدم رہا ۔ (اصول کافی جلد اول کتاب التوحید صفحہ ۱۳۵، ۱۳۶)

(۶) ۔ نافع نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا ۔ مجھے بتایئے کہ خدا کب سے ہے ؟ فرمایا وہ کب نہ تھا کہ میں بتاؤں، وہ کب سے ہے ۔ پاک ہے وہ ذات [illegible] ہمیشہ

سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ وہ اکیلا ہے بے نیاز ہے۔ نہ اس کے بی بی ہے نہ بچے۔ (کتاب التوحید اصول کافی جلد اول صفحہ ۱۴۰)

(۷)۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیہ مبارک "الرحمن علی العرش استویٰ" کے متعلق پوچھا۔ فرمایا وہ ہر شئے پر غالب ہے، کوئی شئے بہ نسبت کسی شئے کے اس سے زیادہ قریب ہے نہ دور۔ اور وہ سب سے زیادہ قریب ہے ہر شئے کے۔ (یعنی کوئی جگہ ایسی نہیں ہے کہ جہاں خدا کے نہ ہونے کا گمان کیا جاسکے وہ ہر جگہ ہے) (اصول کافی جلد اول صفحہ ۱۹۹)

(۸)۔ مفضل سے مروی ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا صفات باری تعالیٰ کے متعلق، تو فرمایا قرآن سے تجاوز نہ کرو (اصول کافی جلد اول صفحہ ۱۹۵)

عدل

(۱)۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے پوچھا۔ کیا خدا نے اپنے بندوں کو گناہوں پر مجبور کیا ہے۔ فرمایا جبکہ خدا "عادل" ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے بندوں کو معاصی (گناہوں) پر بھی مجبور کرے اور پھر ان پر اپنا عذاب بھی نازل کرے۔ راوی نے کہا تو کیا خدا نے ہر معاملے کو بندوں کے سپرد کر دیا ہے۔ فرمایا۔ اگر سپرد کر دیا جاتا تو ان کے لئے امر و نہی (احکام و مناہی) کے بتانے کی ضرورت کیا تھی۔ راوی نے پھر کہا۔ (کیا) ان کے لئے تیسری منزل ہے؟ فرمایا وہ زمین و آسمان سے زیادہ وسیع ہے (اصول کافی جلد اول صفحہ ۲۴۸) نوٹ:۔ اس حدیث کی وضاحت نیچے کی حدیث سے ہوتی ہے

(۲)۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ نہ جبر ہے نہ تفویض ہے بلکہ ایک امر ہے ان دونوں امروں کے درمیان راوی نے پوچھا وہ کیا امر ہے فرمایا

اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص معصیت (گناہ) پر آمادہ تمہارے پاس آیا۔ تم نے اسے (گناہ سے) باز رکھنا چاہا، وہ باز نہیں آیا۔ تم نے اسے چھوڑ دیا۔ اس نے ہر برائی کر ڈالی اور تمہاری بات نہ سنی تو کیا اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ تم نے اسے معصیت کا حکم دیا ہے (مراد یہ ہے کہ اللہ تو اپنے احکام کے ذریعے سے برے کاموں سے روکنا چاہتا ہے، اس کی عدالت کا تقاضا یہ ہے کہ احکام و مناہی کے بعد جو گناہ کرے اسے سزا دے اور جو گناہوں سے رک جائے اور حکم خدا کی اطاعت کرے اسے جزا عطا فرمائے) (اصول کافی۔ جلد اول۔ صفحہ ۲۴۸)

(۳)۔ فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے: جس نے گمان کیا کہ اللہ برائیوں کا حکم دیتا ہے تو اس نے اللہ پر جھوٹ بولا، اور جس نے گمان کیا کہ (ہر قسم کا) خیر و شر خدا کی طرف سے ہے تو اس نے خدا پر جھوٹ بولا۔ (اصول کافی جلد اول صفحہ ۲۴۵)

(۴) فرمایا امام محمد باقر علیہ السلام نے خدا کے بارے میں تفکر سے بچو لیکن اگر تم چاہتے ہو کہ اس کی عظمت پر غور کرو تو اس کی عظیم مخلوق پر غور کرو۔ (اصول کافی جلد اول صفحہ ۱۵۴)

نبوت

(۱)۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے سنا کہ (ایک لاکھ چوبیس ہزار) انبیاء میں پانچ سردار ہیں، وہی اولوالعزم رسول ہیں۔ وہی مرکز ہیں؛ حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور اسی پر تمام انبیاء کی تعلیمات ہیں۔ (اصول کافی جلد دوم۔ صفحہ ۲۱)

(۲)۔ فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے، قریش کے کچھ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا، کس وجہ سے آپ نے انبیاء پر سبقت حاصل کی

حالانکہ آپ سب سے آخری نبی ہیں۔ فرمایا میں سب سے پہلے اپنے رب پر ایمان لایا۔ جب خدا نے تخلیق کائنات سے پہلے عالم ارواح میں نبیوں سے میثاق (عہد) لیا اور ان کے نفسوں پر ان کو گواہ بنایا اور کہا۔ کیا میں تمہارا رب نہیں۔ پس سب سے پہلے بلیٰ کہنے والا میں تھا۔ میں نے ان سب انبیاء پر اقرار باللہ میں سبقت کی (اصول کافی جلد دوم صفحہ ۲۱)

(۳) ۔ ابو جعفر محمد بن علی الباقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ، آپ نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کا نام نامی، مصحف ابراھیم میں ماحی ہے۔ اور موسیٰ (علیہ السلام) کی توریت میں حاد ہے۔ حضرت عیسیٰ کی انجیل میں، احمد ہے اور فرقان (قرآن مجید) میں محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے۔ عرض کیا گیا کہ، ماحی سے کیا مراد ہے۔ تو آپ نے فرمایا، اصنام کو محو کرنے والا۔ اور اوثان وازلام (یعنی) خدائے رحمن کے سوا جن جن چیزوں کی پرستش کی جاتی ہے، اس کو مٹانے والا۔ پھر عرض کیا گیا کہ، حاد سے کیا مراد ہے۔ آپ نے فرمایا جو اللہ اور اس کے دین سے دشمنی کرے گا یہ اس کا دشمن ہوگا خواہ وہ قریب ہو یا دور پھر عرض کیا گیا کہ، اور احمد کا مطلب کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اپنے اقوال وافعال سے اللہ تعالیٰ کی بہت حمد کرنے والا۔ عرض کیا گیا کہ، محمدؐ کے کیا معنی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ اور اس کے ملائکہ اور اس کے تمام انبیاء۔ اور اس کے تمام رسول اور ان کی امتیں ان کی تعریف کرتی ہیں اور ان پر دُرود بھیجتی ہیں اور آپ کا اسم گرامی، محمد رسول اللہ، عرش پر لکھا ہوا ہے۔ (من لا یحضرہ الفقیہ چہارم صفحہ ۱۳۰)

(۴) ۔ حضرت امام صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یتیم کیوں کر دیا۔ آپ نے فرمایا، اس لئے کہ ان پر کسی کی اطاعت فرض نہ ہو (من لا یحضرہ الفقیہ جلد سوم صفحہ ۲۹۸)

(۵) ۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ خدا نے تمام اشیاء کو اسباب سے

جاری کیا ہے اور ہر شے کا ایک سبب قرار دیا ہے اور ہر سبب کی ایک شرح ہے اور ہر تشریح کے لئے ایک علم ہے اور ہر علم کے لئے ایک باب ناطق ہے۔ جس نے ان کو جانا اس نے معرفت حاصل کر لی اور جو جاہل رہا وہ جاہل رہا اور یہ علم والے رسول اللہ ہیں اور ہم۔ (اصول کافی جلد اول صفحہ ۳۴)

(۶) ۔ فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے خدا نے آگاہ کیا حضرت رسول خدا کو جب سے دنیا بنی اور جب تک ختم نہ ہو گی، تمام باتوں سے۔ اور خبر دی حضرت کو وقت معین پر ہونے والی چیزوں سے اور مستثنیٰ کیا ماسوا کو۔ یعنی کچھ باتیں ایسی تھیں کہ ان کا علم حضرت کو نہیں دیا گیا۔ (اصول کافی کتاب التوحید جلد اول صفحہ ۲۳۰)

(۷) ۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تمام لوگوں کے اعمال، خواہ نیک ہوں یا بد، ہر صبح کو پیش کئے جاتے ہیں۔ پس تم اس سے ڈرتے رہو (ہر عمل میں احتیاط کرتے رہو) ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "عمل کرو مگر یہ سمجھتے ہوئے کہ اللہ تمہارے عمل کو دیکھتا ہے اور اس کا رسول۔" یہ فرما کر آپ چپ ہو گئے یعنی آیت کا آخری لفظ، "والمومنون" نہیں فرمایا۔ یعنی اللہ اور رسولؐ اور کچھ خاص مومنین بھی اعمال کو دیکھتے ہیں (مراد ائمہ) کیونکہ اس زمانے کے لوگ ائمہ کے اعمال کو دیکھنے کے منکر تھے۔ (اصول کافی جلد اول۔ صفحہ ۹۴)

(۸) ۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ۔ مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ میرے لئے ساری زمین طاہر اور مسجد (جائے سجدہ) بنائی گئی۔ رعب ودبدبہ دے کر میری مدد کی گئی۔ میرے لئے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا۔ مجھے جامع کمالات عطا کئے گئے۔ مجھے شفاعت کا اختیار دیا گیا۔ (من لا یحضرہ الفقیہ جلد صفحہ ۱۳۲)

(۹) ۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا

۔و حدیث میری تمہارے سامنے آئے، اگر وہ کتاب خدا کے موافق ہو تو میری ہے اور اگر مخالف کتاب خدا ہے تو میری نہیں۔(اصول کافی جلد اول صفحہ ۱۲۳)

(۱۰) ۔ فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے، اللہ تعالیٰ نے تمام فضائل و کمالات سے آراستہ کیا اپنے نبی کو، اور جب منشائے الہیٰ کے مطابق بن گئے تو فرمایا، آپ اخلاق کے بلند ترین درجے پر ہیں۔(انک لعلیٰ خلق عظیم (سورۃ ن)) ۔ پھر اپنا دین ان کے سپرد کر کے (بندوں سے) فرمایا (آیت) جو رسول تم کو دیں اسے لے لو، اور جس سے منع کریں، اس سے باز رہو۔الیٰ آخر۔(اصول کافی جلد اول صفحہ ۱۷۰)

(۱۱) ۔ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، نہیں ہے قول مگر عمل کے ساتھ، اور نہیں ہے قول و عمل مگر نیت کے ساتھ، اور نہیں ہے قول و عمل و نیت مگر سنت رسول کی موافقت کے ساتھ (اصول کافی جلد اول صفحہ ۴۴)

(۱۲) ۔ ہشام بن سالم نے عمار ساباطی سے روایت کی ہے۔ان کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ جناب فرما رہے تھے کہ، مسلمانوں میں سے کوئی بھی مسلمان اگر اسلام چھوڑ کر مرتد ہو جائے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت سے انکار کرے اور آنحضرتؐ کی تکذیب کرے تو اس کا خون ہر اس شخص پر مباح ہے جو اس کو یہ کہتے ہوئے سنے۔ اور (آنحضرت کی تکذیب کے جرم کے بعد) اس کی زوجہ اس سے جدا ہو جائے گی اور وہ اس سے مقاربت نہ کرے۔ اور اس کا مال اس کے وارثوں میں تقسیم ہو جائے گا۔ اور اس کی عورت اپنے شوہر کی وفات کا عدہ رکھے گی اور امام پر واجب ہے کہ اسے قتل کر دے اگر وہ پکڑ کر لایا جائے تو اس کو توبہ کرنے کے لئے نہ کہا جائے (من لایحضرہ الفقیہ سوم صفحہ ۸۹)

(۱۳) ابو حمزہ ثمالی نے روایت کی ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا کہ جب رسول خدا صلعم کی نبوت کا وقت ختم ہوا اور ان کے دن پورے ہو گئے تو اللہ نے ان پر وحی کی۔ اے محمدؐ آپ نے اپنی نبوت کا دور پورا کر دیا اور اپنا زمانہ ختم

کر دیا، پس جو علم والایمان واسم اکبر اور میراث علم اور آثار نبوت آپ کے پاس ہیں وہ اپنے اہلبیت میں سے علی ابن ابی طالب کے سپرد کر دو۔ میں نہیں منقطع کروں گا علم والایمان واسم اکبر اور میراث علم اور آثار نبوت کو تمہاری ذریت سے، اسی طرح جس طرح میں نے نہیں قطع کیا ان چیزوں کو ذریات انبیاء سے (اصول کافی کتاب الحجت۔ جلد اول۔ صفحہ ۲۹۲)

امامت

(۱) ۔ راوی کہتا ہے کہ ایک دن حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی اس حالت میں مر گیا کہ اس کا کوئی امام نہ تھا تو وہ کفر کی موت مرا۔ میں نے (راوی نے) کہا۔ کیا رسول اللہ نے ایسا فرمایا ہے۔ فرمایا (واللہ)، خدا کی قسم میں نے پوچھا۔ ہر وہ شخص جس کا امام نہ ہو۔ ایسی ہی موت مرے گا۔ فرمایا، ہاں۔(اصول کافی کتاب الحجت جلد دوم صفحہ ۳۶۲)

(۲) ۔ ابو حمزہ سے مروی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا، عبادت خدا وہ کرتا ہے جو اللہ کی معرفت رکھتا ہے اور جو معرفت نہیں رکھتا وہ ضلالت (گمراہی) کے ساتھ عبادت کرتا ہے۔ میں نے پوچھا، معرفت خدا کیا ہے۔ فرمایا اللہ کی اور اس کے رسول کی تصدیق اور (پہلے امام) حضرت علی علیہ السلام سے دوستی اور ان کو اور دیگر (بارہ) ائمہ ہدیٰ کو امام ماننا اور ان کے دشمنوں سے اظہار برات کرنا۔ اس طرح معرفت باری تعالیٰ حاصل ہوتی ہے۔(اصول کافی اول کتاب الحجت صفحہ ۳۰)

(۳) ۔ بہت سی احادیث قوی، صحیح اسناد کے ساتھ وارد ہوئی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم خدا سے اپنا وصی بنایا حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو اور حضرت علی علیہ السلام نے اپنا وصی بنایا، حضرت امام حسن علیہ السلام کو اور امام حسن علیہ السلام نے اپنا وصی بنایا حضرت امام حسین ابن علیؑ کو اور امام

حسین علیہ السلام نے اپنا وصی بنایا علی ابن الحسینؑ کو اور حضرت امام علیؑ ابن الحسینؑ نے اپنا وصی بنایا حضرت امام محمد باقرؑ کو اور امام محمد باقرؑ نے اپنا وصی بنایا حضرت امام جعفر صادقؑ کو اور امام جعفر صادقؑ نے اپنا وصی بنایا حضرت امام موسیٰؑ ابن جعفرؑ کو اور حضرت موسیٰؑ ابن جعفرؑ نے اپنا وصی بنایا اپنے فرزند حضرت علیؑ ابن موسیٰ الرضاؑ کو اور حضرت علیؑ ابن موسیٰ الرضاؑ نے اپنا وصی بنایا اپنے فرزند محمد تقیؑ کو اور امام محمد تقیؑ نے اپنا وصی بنایا حضرت علیؑ ابن محمدؑ کو حضرت علیؑ ابن محمدؑ نے اپنا وصی بنایا اپنے فرزند حضرت حسنؑ ابن علیؑ کو اور حضرت حسنؑ ابن علیؑ نے اپنا وصی بنایا اپنے فرزند حضرت حجتہ اللہ القائمؑ بالحق کو اور اگر دنیا کے وجود کو ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس دن کو اتنا طویل کر دے گا کہ اس دن وہ دنیا کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوئی ہوگی۔ صلوات اللہ علیہ وعلیٰ آباء الطاہرین (من لایحضر جلد چہارم صفحہ ۱۲۹)

(۴) ۔ حسن بن راشد نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک دن میں نے آپؑ سے عرض کیا کہ ، میں آپ پر قربان کیا مسلمانوں کے لئے ان دو عیدوں (عید الضحیٰ وعید الفطر) کے علاوہ کوئی اور عید بھی ہے ۔آپ نے فرمایا۔ ہاں اے حسن ، اس سے بھی زیادہ بڑی اور اس سے بھی زیادہ باشرف ، میں نے عرض کیا وہ کس دن ۔آپ نے فرمایا ۔ وہ دن کہ جس میں امیر المومنین علیہ السلام لوگوں کے لئے خلیفۂ رسولؐ مقرر ہوئے ۔ میں نے عرض کیا میں آپ پر قربان ، وہ کس دن ، فرمایا ایام گردش کرتے رہتے ہیں ، مگر وہ ماہ ذی الحجہ کی اٹھارہ (۱۸) تاریخ تھی (الی آخر) (من لایحضرہ الفقیہ جلد دوم صفحہ ۵۱)

(۵) ۔ عبد العزیز ابن مسلم نے بیان کیا ہے کہ ہم مقام مرو میں امام رضا علیہ السلام کے ساتھ تھے ۔ ہم نے امامت کے بارے میں جو اختلاف بکثرت ہے اس کا ذکر کیا اور امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں امامت کے بارے میں لوگوں کے غور وفکر

(یعنی مسلۂ امامت کے تعلق سے ان کے باطل عقائد) کو بتایا ۔ حضرتؑ مسکرائے اور فرمایا ۔ اے عبد العزیز ۔ یہ قوم جہالت کا شکار ہے ۔ اور انھوں نے اپنی رائے میں دھوکہ کھایا ہے ۔ خداوند عالم نے اپنے نبیؐ کی روح کو اس وقت تک قبض نہیں کیا جب تک دین کو کامل نہیں کیا ۔ اور اللہ نے قرآن کو نازل فرمایا جس میں ہر شئے کا بیان ہے ۔ اور اس میں حلال وحرام اور حدود واحکام کو بتایا گیا ہے اور وہ تمام باتیں بھی ہیں جن کی طرف لوگ محتاج ہیں ۔ اور اس نے فرمایا ہے ہم نے (اپنی) کتاب میں کسی چیز (کے بیان) کو نہیں چھوڑا ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری عمر میں یہ آیت نازل فرمائی کہ "آج ہم نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کر دیا اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا" (المائدہ) اور امر امامت اتمام دین سے ہے ۔ اور نہیں رحلت فرمائی حضرتؐ نے یہاں تک کہ ظاہر کر دیا اپنی امت پر دین کے احکام کو ۔ اور ان کا راستہ واضح کر دیا اور ان کو حق کی راہ پر لگا کر چھوڑ دیا ۔ اور حضرت علی علیہ السلام کو ان (امت) کے لئے نشان ہدایت اور امام بنایا ۔ اور کسی ایسے امر کو نہیں چھوڑا جس کی طرف امت محتاج تھی مگر یہ کہ اسے بیان کر دیا ۔ پس جس نے یہ گمان کیا کہ خدا نے اپنے دین کو تمام کئے بغیر چھوڑ دیا تو اس نے کتاب خدا کو رد کر دیا ۔ اور جس نے ایسا کیا ، اس نے اس (قرآن) سے انکار کیا ۔ کیا لوگ قدر امامت اور محل امامت کو پہچانتے ہیں ۔ کیا ان کو اس (انتخاب امامت) کے متعلق اختیار دیا گیا ہے ۔ امامت از روئے قدر و منزلت بہت اجل وارفع ہے ، اور از روئے شان بہت عظیم ہے اور بلحاظ محل ومقام بہت بلند ہے ۔ اور اپنی طرف غیر کے آنے سے مانع ہے ۔ اور اس کا مفہوم بہت گہرا ہے ۔ لوگوں کی عقلیں اس تک پہنچ نہیں سکتیں اور ان کی رائیں اس کو پا نہیں سکتیں ۔ وہ اپنے اختیار (مرضی) سے اپنے امام کو نہیں بنا سکتے ۔ اللہ تعالیٰ نے ابراھیم خلیل اللہ کو امامت سے مخصوص کیا ۔ نبوت اور خلت کے بعد امامت کا تیسرا مرتبہ ہے ۔ خدا نے ابراھیم کو اس کا شرف بخشا اور اس کا

یوں ذکر کیا "میں تم کو انسانوں کا امام بنانے والا ہوں۔" **(انی جاعلک للناس امامه)** خلیل خدا نے خوش ہو کر کہا۔ "اور میری اولاد کو بھی امام بنائے گا:" **(قال و من ذریتی)**۔ فرمایا ظالم میرے عہد (عہدہ امامت) کو نہ پاسکیں گے اس آیت نے قیامت تک کے لئے ہر ظالم (غیر معصوم) کی امامت کو باطل کر دیا۔ اور اس (عہدہ امامت) کو اپنے برگزیدہ لوگوں میں قرار دیا۔ اور پھر ابراھیمؑ کو اللہ نے شرف بخشا اور فرمایا ہم نے ابراھیم کو اسحاق و یعقوب عطا کئے اور جیسا کہ انھوں نے طلب کیا، اور ان سب کو صالح بنایا۔ وہ ہمارے امر کی ہدایت کرتے رہے اور ہم نے ان کی طرف نیک کاموں کی، نماز کو قائم کرنے کی اور زکوۃ دینے کی وحی کی۔ پس عہدہ امامت کے وارث نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوئے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے۔ "تم لوگوں میں بہتر وہ ہیں جنھوں نے ابراھیم کا اتباع کیا اور یہ نبی اور جو لوگ اس پر ایمان لائے ہیں، اور اللہ مومنوں کا ولی ہے۔" پس یہ چیز آنحضرتؐ کے لئے خاص ہو گئی پھر یہ عہدہ مخصوص ہوا علیؑ سے۔ بامر خدا، (اللہ کے حکم سے) اس رسم (سنت) کی بناء پر جو اللہ نے فرض کی ہے۔ پس ان کی اولاد میں وہ اصفیاء ہوئے جن کو اللہ نے علم و ایمان دیا۔ جیسا کہ فرماتا ہے "یہ وہ لوگ ہیں جن کو علم و ایمان دیا گیا ہے۔ اور روز قیامت ان سے کہا جائے گا، تم کتاب خدا کے ساتھ رہے روز قیامت تک۔" کیونکہ (پیغمبر اکرم حضرت) محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔ پس ایسی صورت میں ان جاہلوں کو امام بنانے کا حق کہاں سے حاصل ہو گیا۔ امامت منزل انبیاء ہے اور میراث اولیاء ہے۔ امامت اللہ کی خلافت ہے اور رسول کی جانشینی ہے اور مقام امیرالمومنین ہے اور میراث حسن و حسین علیھم السلام ہے۔ امامت زمام دین (دین کو چلانے والی) ہے اور نظام مسلمین ہے اور اس سے امور دنیا کی درستی اور عزت ہے۔ امامت ترقی کرنے والے اسلام کا سر ہے اور اس کی بلند شاخ ہے۔ امام ہی سے نماز، زکوۃ، صوم، حج و جہاد کا تعلق ہے۔ وہی مال غنیمت (کی

تقسیم) کا مالک ہے۔ وہی صدقات (کی تقسیم) کا وارث ہے۔ وہی حدود و احکام کا جاری کرنے والا ہے۔ وہی حدود و اطراف اسلام کی حفاظت کرنے والا ہے۔ امام حلال کرتا ہے حلال خدا کو اور حرام کرتا ہے حرام خدا کو اور قائم کرتا ہے حدود اللہ کو۔ اور دفع کرتا ہے دشمنوں کو دین خدا سے۔ اور بلاتا ہے لوگوں کو دین خدا کی طرف، حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور وہ خدا کی پوری پوری حجت ہے۔

امام (منصوص من اللہ) چڑھتا سورج ہے جو اپنی روشنی سے عالم کو جگمگا دیتا ہے۔ وہ ایسے مقام بلند پر ہے کہ لوگوں کے ہاتھ اور ان کی نگاہیں وہاں تک پہنچ نہیں سکتیں۔ امام روشن چاند ہے اور ضیاء بار چراغ ہے اور جگمگاتا نور، ہدایت کرنے والا ستارہ ہے ضلالت کی تاریکیوں میں۔ شہروں کے درمیان، جنگلوں اور سمندروں کی گہرائیوں میں راہ بتلانے والا۔ امام چشمہ آب شیریں ہے پیاسے کے لئے، رہنمائی کرنے والا ہے بیابانوں میں، اور ہلاکت سے نجات دینے والا ہے۔ اور وہ اس آگ کی مانند ہے جو کسی بلندی پر لوگوں کو راستہ دکھانے کے لئے روشن کی جائے۔ اور مہلکوں میں صحیح راستہ بتانے والا ہے۔ جو اس سے الگ رہا، ہلاک ہوا۔ امام، برسنے والا بادل ہے اور زور کی رو ڈالنے والا ابر ہے۔ وہ آفتاب درخشاں ہے۔ وہ سایہ فگن آسمان ہے۔ وہ ہدایت کی کشادہ زمین ہے۔ وہ ابلنے والا چشمہ ہے۔ وہ تالاب ہے۔ وہ باغ ہے۔ امام (منصوص من اللہ) مومن کے لئے مہربان ساتھی ہے۔ اور ایسا ہمدرد مہربان ہے جیسے ماں اپنے چھوٹے بچے پر۔ اور بندوں کا فریادرس ہے (اللہ کی طرف سے) مصائب و آلام میں۔ امام خدا کا امین ہے۔ اس کی مخلوق میں اس کی حجت ہے، اس کے بندوں پر۔ اور خدا کا خلیفہ ہے شہروں میں۔ اور اللہ کی طرف سے دعوت دینے والا ہے اور حرم خدا سے دشمنوں کا دور کرنے والا ہے۔

امام (منصوص من اللہ) گناہوں سے پاک (معصوم) ہوتا ہے۔ جملہ عیوب سے بری۔ وہ علم سے مخصوص اور علم سے موسوم ہوتا ہے وہ دین کے نظام کو درست

کرنے والا ہے۔ مسلمانوں کی عزت ہے۔ منافقوں کے لئے غیض و غضب اور کافروں کے لئے ہلاکت ہے۔

امام اپنے زمانے میں واحد و یگانہ ہوتا ہے، کوئی فضل و کمال میں اس کے نزدیک بھی نہیں ہوتا اور نہ کوئی عالم اس کے مقابلے (برابر) کا ہوتا ہے۔ نہ اس کا بدل پایا جاتا ہے نہ اس کا مثل و نظیر ہے۔ وہ بغیر اکتساب (دینوی تعلیم کے بغیر، ہر قسم کی فضیلت سے مخصوص ہوتا ہے۔ یہ اختصاص اس کے لئے خدا کی طرف سے ہوتا ہے پس کون ہے کہ اس امام (منصوص من اللہ) کی معرفت تامہ حاصل کر سکے۔ یا امام بنانا اس کے اختیار میں ہو۔ افسوس لوگوں کی عقلیں گمراہ ہو گئی ہیں اور فہم و ادراک سرگشتہ اور پریشان ہیں اور عقلیں حیران ہیں اور آنکھیں ادراک سے قاصر ہیں، اور عظیم المرتبت لوگ اس امر سے حقیر ثابت ہوئے اور حکماء حیران ہو گئے اور ذی عقل چکرا گئے اور خطیب لوگ عاجز ہو گئے۔ عقول پر جہالت کا پردہ پڑ گیا اور شعراء تھک کر رہ گئے اور اہل ادب صاحبان بلاغت عاجز ہو گئے (لیکن) امام (منصوص من اللہ) کی کسی ایک شان (عظمت) کو بیان نہ کر سکے اور اس کی کسی فضیلت کی تعریف نہ کر سکے۔ انہوں نے اپنے عجز کا اقرار کیا اور اپنی کوتاہی کے قائل ہو گئے۔ پس جب امام (منصوص من اللہ) کے ایک وصف کا یہ حال ہے تو اس کی تمام صفات کو، کس کی طاقت ہے کہ بیان کر سکے اور ان (صفات) پر روشنی ڈالے۔ یا اس امر امامت کے متعلق کچھ سمجھ سکے۔ یا کوئی ایسا آدمی پا سکے کہ وہ امر دین میں انھیں بے پرواہ کر سکے۔ ایسی صورت میں امام سازی میں خود [illegible] ختیار کیا اور عقلوں کی رسائی کہاں۔ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ یہ امامت آل [illegible] کے غیر میں پائی جاتی ہے واللہ لوگوں کے نفسوں نے ان کو جھٹلایا ہے اور ان کے نفسوں نے ان کو انتہائی باطل امور میں پھانس رکھا ہے۔ وہ اوپر کو چڑھے سخت چڑھائی، پھر ان کے قدم پستی کی طرف پھسلے۔ انھوں نے امام بنانے کا ارادہ کیا اپنی تباہ کرنے والی ناقص عقلوں سے اور گمراہ کرنے

والی رایوں سے۔ پس حقیقی امام سے ان کا بعد (فاصلہ) بڑھتا ہی گیا۔ خدا ان کو ہلاک کرے۔ یہ کہاں بہکے جا رہے ہیں۔ انھوں نے سخت کام کا ارادہ کیا۔ اور افتراپردازی کی اور بہت خوفناک گمراہی میں پڑ گئے اور حیرت کے بھنور میں پھنس گئے۔ جبکہ انھوں نے امام منصوص من اللہ سے بصیرت کو لینا ترک کیا اور شیطان نے ان کے اعمال کو ان کی نگاہوں میں زینت دے دی اور ان کو صحیح راستے سے ہٹا دیا۔ اور (اگر چہ) وہ صاحبان عقل تھے، مگر انھوں نے نفرت کی، انتخاب خدا اور رسولؐ اور اہلبیت رسولؐ سے، اور اپنے انتخاب کو پسند کیا۔ حالانکہ قرآن ان سے پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔ "تیرا رب جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے انتخاب کرتا ہے۔ لوگوں کو اس میں دخل نہیں۔ لائق تسبیح ہے اللہ، شرک سے پاک ہے۔ اور فرماتا ہے۔ "جب اللہ اور اس کا رسولؐ کسی امر کو طے فرما دیں، تو کسی مومن و مومنہ کو اپنے معاملہ میں کوئی اختیار نہیں۔ اور اللہ نے فرمایا۔ " تمہیں کیا ہو گیا تم خود کیسا حکم لگاتے ہو۔ آیا تمہارے پاس قرآن کے علاوہ کوئی کتاب ہے جس کا تم درس لیتے ہو۔ یا تمہارا ہم سے روز قیامت تک کے لئے کوئی معاہدہ ہے کہ تم اس کے متعلق حکم کرتے ہو۔ اے رسولؐ تم ان سے پوچھو کہ کون ان میں ان عہدوں کا ضامن ہے۔ کیا ان کے لئے خدا کے شریک ہیں۔ پس اگر تم سچے ہو تو ان شریکوں کو بلاؤ۔" پھر ارشاد ہوتا ہے۔ "کیا یہ لوگ آیات قرآنی میں تدبر نہیں کرتے، یا ان کے قلوب پر تالے پڑے ہوئے ہیں یا ان کے دلوں پر مہر لگی ہوئی ہے کہ وہ نہیں سمجھتے۔ کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا ہے۔ حالانکہ وہ نہیں سنتے۔ (اور یہ لوگ) خدا کے نزدیک روئے زمین پر بدترین چلنے والے گونگے بہرے ہیں وہ سمجھتے ہی نہیں۔ اگر اللہ جانتا کہ ان میں کوئی بہتری ہے تو ضرور ان کو سناتا، لیکن اگر وہ سنتے تو البتہ روگردانی کر کے بھاگ جاتے۔" یا انہوں نے کہا ہم نے سنا اور نافرمانی کی۔ بلکہ یہ تو خدا کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ پس اس صورت میں امام کے متعلق ان کا اختیار کیا۔۔۔ امام عالم ہوتا ہے، کسی چیز سے

جاہل نہیں ہوتا۔ اصول دین کی رعایت کرنے والا ہوتا ہے، توقف نہیں کرتا۔ معدن قدس و طہارت ہوتا ہے۔ صاحب عبادت و زہد ہوتا ہے۔ صاحب علم ہوتا ہے دعائے رسولؐ سے مخصوص ہوتا ہے۔ نسل سیدہ طاہرہ سے ہوتا ہے۔ اس کے نسب میں کھوٹ نہیں ہوتا۔ شرافت نسب بنی ہاشم میں سب سے بلند مرتبہ ہوتا ہے۔ وہ عترت رسولؐ سے ہوتا ہے۔ وہ عبد مناف کی شاخ سے ہوتا ہے۔ وہ علم کو ترقی دینے والا ہوتا ہے۔ وہ علم سے پر ہوتا ہے۔ وہ جامع شرائط امامت ہوتا ہے۔ وہ سیاست الٰہیہ کا عالم ہوتا ہے۔ اس کی اطاعت لوگوں پر فرض ہوتی ہے۔ امر خدا کا قائم کرنے والا ہوتا ہے۔ دین خدا کا نگہبان ہوتا ہے۔ انبیاء و ائمہ علیہم السلام، موفق من اللہ ہوتے ہیں اور علم و حکمت الٰہیہ کے خزانے سے وہ چیزیں ان کو دی جاتی ہیں جو ان کے غیر کو نہیں دی جاتیں۔ پس ان کا علم تمام اہل زمانہ کے علم سے زیادہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے۔ "جو حق کی طرف ہدایت کرتا ہے وہ زیادہ حق دار پیروی ہے اس سے جو (خود) محتاج ہدایت ہے۔ پس تمہیں کیا ہو گیا۔ یہ کیسا حکم کرتے ہو۔" اور یہ بھی فرمایا۔ جسے حکمت دی گئی اسے خیر کثیر دی گئی۔" اور قول باری تعالیٰ طالوت کے بارے میں ہے "بے شک اللہ نے تم پر طالوت کا اصطفا کیا اور اس کو علم و جسم (قوت میں تم پر فضیلت دی گئی۔ اور اللہ جسے چاہتا ہے ملک کا مالک بنا دیتا ہے اور وہ بڑی وسعت والا، بڑا جاننے والا ہے" ۔ اور اپنے نبی سے فرمایا۔ تمہارے اوپر کتاب و حکمت کو نازل کیا اور جو تم نہ جانتے تھے اس کی تعلیم دی اور یہ تمہارے اوپر خدا کا بڑا فضل تھا۔ اور اپنے نبی کے اہلبیت اور عترت و ذریت کے متعلق فرمایا۔ "کیا لوگ حسد کرتے ہیں اس چیز پر جو ہم نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے۔ پس ہم نے اولاد ابراہیم کو کتاب و حکمت دی اور ان کو ملک عظیم دیا۔ پس بعض ان میں سے ایمان لے آئے اور بعض ایمان سے بے نصیب رہے، اور ان کے لئے جہنم کے شعلے کافی ہیں۔

جب خدا کسی بندہ کو اپنے بندوں کے امور کی اصلاح کے لئے منتخب کر لیتا ہے

تو اس کام کے لئے اس کے سینے کو کشادہ کر دیتا ہے اور حکمت کے چشمے اس کے قلب میں ودیعت فرماتا ہے اور علم کا الہام کرتا ہے پس وہ کسی سوال کے جواب میں عاجز نہیں ہوتا اور نہ وہ راہ صواب میں حیران ہوتا ہے۔ وہ **معصوم** ہے۔ مؤید و موفق من اللہ ہے۔ ہدایت یافتہ ہے۔ گناہوں اور غلطیوں سے محفوظ ہوتا ہے۔ خدا اسے ان امور سے مخصوص کرتا ہے تاکہ وہ اس کے بندوں پر اس کی حجت ہو۔ اور اس کی مخلوق پر اس کا گواہ ہو۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ صاحب فضل عظیم ہے۔ پس آیا لوگ ایسا امام بنانے پر قادر ہیں کہ وہ اسے انتخاب کر لیں اور ان صفات والے پر وہ کسی اور کو مقدم کر دیں۔ قسم ہے خانہ کعبہ کی، انھوں نے کتاب خدا کو پس پشت ڈال دیا ہے، گویا وہ جانتے ہی نہیں۔ درآں حالیکہ، کتاب خدا میں ہدایت اور شفا ہے۔ انھوں نے اسے (کتاب خدا کو) پس پشت ڈال کر اپنی خواہشوں کا اتباع کیا۔ خدا نے ان کی مذمت کی ہے اور ان کو دشمن رکھا ہے اور ان کے لئے ہلاکت ہے۔ اس نے فرمایا ہے کہ "اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو ہدایت خدا کے بغیر اپنی خواہشات کا اتباع کرے۔ بیشک خدا ظالم قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔ اور فرماتا ہے۔ ان کے لئے ان کے اعمال اکارت گئے۔ اور خدا فرماتا ہے۔ خدا اور ایمان والوں کی اس سے سخت دشمنی ہے۔ خدا نے ہر متکبر و جبار کے دل پر مہر لگادی ہے۔ اور بکثرت درود و سلام ہو محمدؐ اور ان کی اولاد پر۔ (اصول کافی، جلد اول صفحہ ۶۴ تا ۶۹

(۸) احمد بن محمد بن سعید کوفی نے روایت کی ہے، انھوں نے بیان کیا کہ مجھ سے حسن بن فضال نے، اور انھوں نے اپنے باپ سے، اور انھوں نے حضرت ابو حسن علی ابن موسی الرضا علیہ السلام سے، کہ آپ نے فرمایا، امام (منصوص من اللہ) کی چند عادتیں (خصوصیات) ہیں۔

وہ لوگوں میں سب سے زیادہ عالم، لوگوں میں سب سے زیادہ اچھا فیصلہ

کرنے والا، سب سے زیادہ متقی، سب سے زیادہ شجاع، سب سے زیادہ سخی، سب سے زیادہ عبادت گذار ہو۔ ختنہ شدہ پیدا ہوگا اور پاک ہوگا۔ وہ پس پشت بھی اس طرح دیکھے جیسے اپنے آگے دیکھتا ہے۔ اس کے جسم کا سایہ نہ ہو۔ اور شکم مادر سے جب زمین پر آئے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو زمین پر ٹیکے اور باآواز بلند شہادتین پڑھے۔ اس کی آنکھ سوئے مگر دل بیدار رہے۔ وہ فرشتوں سے بات کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زرہ اس کے جسم پر ٹھیک ہو۔ اور وہ لوگوں کی جانوں کا لوگوں سے زیادہ مالک ہو۔ اور ان پر ان کے ماں باپ سے زیادہ مہربان ہو۔ اور لوگوں سے زیادہ اللہ کے لئے متواضع ہو۔ اور سب سے زیادہ اللہ کے حکم پر عمل کرے۔ اور اللہ نے جس چیز سے منع کیا ہے اس سے دست کش رہے۔ اس کی دعا مستجاب ہو۔ یہاں تک کہ اگر کسی چٹان کے لئے بھی دعا کرے تو وہ بیچ سے دو ٹکڑے ہو جائے۔ اور اس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلحہ ہوں۔ ان کی تلوار ذوالفقار ہو۔ اور اس کے پاس وہ صحیفہ ہو جس میں اس کے دوستوں اور دشمنوں کے نام تا قیامت لکھے ہوں۔ اور اس کے پاس جامعہ ہو، (یعنی) وہ ایک صحیفہ ہے جو ستر ہاتھ طولانی ہے اس میں وہ سب کچھ ہے جس کی ضرورت سبھی بنی آدم کو ہے۔ اور اس کے پاس جفر اکبر و اصغر ہو۔ (یعنی) ایک بکرے اور مینڈھے کی کھال (صاف کی ہوئی ہے) کہ جس میں تمام علوم (لکھے ہوئے) ہیں۔ حتیٰ کہ ایک خراش کی دیت بھی اور ایک جلد اور نصف جلد اور ایک تہائی جلد کی بھی۔ اور اس کے پاس مصحف فاطمہ علیہا السلام ہو۔ (من لا یحضرہ الفقیہ جلد چہارم صفحہ ۳،۶،۳،۵)

قیامت

ویومَ ینفخ فے الصور ففزع من فی السموات و من فی الارض۔۔الخ

اور اس (قیامت کے) دن صور (اسرافیل) پھونکا جائے گا۔ اس دن ہر وہ شخص جو زمین میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جن کے لئے اللہ کی مرضی ہوگی (کہ خوفزدہ نہ ہوں) سب کے سب خوفزدہ اور دہلے ہوئے ہوں گے۔ اور سب کے سب ذلت اور عاجزی کے ساتھ گڑگڑاتے ہوئے بارگاہ الہیٰ میں حاضر ہوں گے۔ (النمل آیت ۸۷)

(۲) ۔ یومَ تکون السماء کالمهل و تکون الجبال کالعهن۔۔۔۔۔الخ

جس دن آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی مانند اور پہاڑ دھنکے ہوئے اون کی مانند ہو جائیں گے۔ (معارج آیت ۔۹)

(۳)۔ و یومَ یعض الظالم علی یدیه۔۔۔الخ

اور (قیامت کا) وہ دن (ہوگا) جب ظلم کرنے والا اپنے ہاتھ کی پشت کو حسرت و اندوہ کے عالم میں دانتوں سے کاٹتے ہوئے کہے گا۔ اے کاش میں نے بھی دنیا میں خدا کے رسول کے ساتھ دوستی اور محبت کے راستے کو اپنایا ہوتا۔ اور اے کاش میں نے فلاں (کافر و گناہ گار۔ غاصب و منافق و خائین) شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا (فرقان آیت ۲۷۔۲۸)

(۴) ۔ یومَ تجد کل نفس ما عملت من خیرا۔۔۔الخ ۔ (آل عمران ۔۳۰)

اس (قیامت کے) دن ہر شخص اپنے اچھے عمل کو (جسے اس نے انجام دیا ہوگا) اپنے سامنے موجود پائے گا۔ اور اسی طرح جس شخص نے برے کام کئے ہیں۔ (ان کو بھی سامنے دیکھے گا) اور تمنا کرے گا، اے کاش، اس کے اور اس کے برے اعمال کے درمیان لمبا فاصلہ حائل ہو جاتا۔ (آل عمران ۔۳۰)

(۵) ۔ یومَ تری المومنین والمومنات یسعیٰ نورهم بین ایدیهم۔۔الخ

(قیامت کا) وہ دن (ہوگا) جب تم صاحب ایمان مردوں اور عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ایمان ان کے آگے آگے داہنی سمت چل رہا ہے اور خوش خبری دیتا جارہا ہے کہ آج بہشت کے باغ، جن کے درختوں کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، تمھارے ہاتھ آنے والے ہیں۔ اور تم اس (جنت) میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے۔ اور یہ ہے سعادت اور عظیم کامیابی۔ اور (قیامت کا وہ دن ہوگا) جب منافق مرد اور عورتیں، صاحبان ایمان سے کہیں گے کہ ایک نظر ہماری طرف بھی دیکھ لو، تاکہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کریں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔ اس وقت ان سے کہا جائے گا کہ تم لٹے پاؤں (اگر ہوسکے تو) دنیا میں واپس جاؤ اور وہیں سے اپنے لئے نور وروشنی (ایمان اور نیک اعمال) کے سامان کر کے آؤ۔ (حدید آیت ۱۲۔۱۳)

قیامت کے متعلق قرآن مجید اور کتب اربعہ کی مختلف احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے دن سب لوگ اپنی اپنی قبروں سے (یا جہاں بھی ان کے جسموں کے ذرات ہوں گے وہاں سے) اپنے اصلی بدن میں اٹھائے جائیں گے۔ اور بدن ان کے (اگر گل بھی گئے ہوں گے تو) پھر اپنی سابقہ شکل میں تیار کئے جائیں گے۔ اور اس اٹھائے جانے سے انکار کرنا کفر کا باعث ہے۔ قیامت کے دن ہر شخص کے اچھے اور برے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ اور اس دن نامۂ اعمال نیکوکاروں کے داہنے ہاتھوں میں دیئے جائیں گے اور بدکاروں کے نامہ۔اعمال ان کے بائیں ہاتھوں میں ہوں گے۔ حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام سے سوال کیا گیا، ایسی میت کے متعلق جس کا جسم گل سڑ جاتا ہے۔ فرمایا اگر گوشت وہڈی سے کچھ بھی باقی نہ رہے تب بھی وہ طینت (اجزائے اصلیہ) باقی رہے گی۔ جس سے اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت میں اسی (طینت) سے اسے پھر پیدا کرے گا جس طرح پہلی بار پیدا کیا تھا۔ (فروع کافی جلد اول صفحہ ۳۳۹)

(۶) امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ جو چیز روز قیامت نفع

دے اسے حقیر نہ سمجھو۔ اور جو چیز روز قیامت نقصان دے اسے بھی حقیر نہ سمجھو۔ جو خبریں (قیامت کے متعلق) تمہیں اللہ نے دی ہیں تم ان کو ایسا سمجھو گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو۔ (اصول کافی جلد دوم صفحہ ۴۵۷)

(۷)۔ حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام سے اس آیت کے متعلق پوچھا گیا، "اسی طرح اللہ ان کے اعمال ان کو دکھاوے گا اور ان پر حسرت چھائی ہوگی۔" آپ نے فرمایا یہ وہ شخص ہوگا جو اپنا مال دنیا میں چھوڑ جائے گا بغیر اطاعت خدا میں خرچ کئے۔ از راہ بخل۔ پھر وہ مرجائے گا اور اپنا مال اس شخص کے لئے چھوڑ جائے گا جو اسے یا تو اطاعت خدا میں خرچ کرے گا یا معصیت (گناہوں) میں۔ اگر اس مال کا وارث اسے اطاعت خدا میں صرف کرے گا تو وہ اسے (یعنی اپنے ہی چھوڑے ہوئے مال کی خیرات کے ثواب کو قیامت کے دن) میزان غیر میں (دوسرے کے نامہ۔اعمال میں) دیکھے گا تو بہ نظر حسرت دیکھے گا۔ (حالانکہ جب تک وہ زندہ رہا وہ مال تو اسی کا تھا اور اگر وہ چاہتا تو اس مال کو راہ خدا میں خرچ کر کے اپنے نامہ۔اعمال کے لئے ذخیرہ ثواب بنالیتا۔ اور اگر وہ (اس کا وارث) اس کے چھوڑے ہوئے مال کو معصیت خدا میں صرف کرے گا تو اس کے (چھوڑے ہوئے) مال نے اس کو گناہ کرنے کی قوت دی (فروع کافی۔ جلد سوم صفحہ ۱۸۲)

(۸)۔ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے، اللہ دوست رکھتا ہے کہ دل جلے (شدید پیاسے) کو پانی پلایا جائے۔ اور جو ایسے کو پانی پلائے گا، چاہے (وہ پیاسا) آدمی ہو یا چوپایہ، تو اللہ (قیامت کے دن) اس پر سایہ کرے گا جس دن کہیں سایہ نہ ہوگا (فروع کافی جلد سوم۔ صفحہ ۲۰۲)

(۹)۔ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا، سب سے پہلے آخرت میں جسے اجر دیا جائے گا وہ پانی پلانے کا ہوگا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ بہترین صدقہ (نیکی) کسی پیاسے کے کلیجے کو ٹھنڈا کرنا ہے۔ (فروع کافی جلد سوم صفحہ ۲۰۱)

رجعت

حضرت آخرالزمان علیہ السلام کے ظاہر ہونے سے پہلے یا بعد دیگر ائمہ علیہم السلام پھر دنیا میں تشریف لائیں گے اور حکومت کریں گے۔اسی کو رجعت کہتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ہمارے دور کے دوبارہ پلٹنے (رجعت) پر ایمان نہ رکھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔(من لایحضر جلد سوم صفحہ ۲۷۲)

شفاعت

(۱) ۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ، میں روز قیامت چار گروہوں کی شفاعت کروں گا اگرچہ دنیا بھر کے گناہ ان کے ذمہ ہوں۔اول جس نے میری ذریت کی مدد کی۔دوسرے وہ جس نے میری ذریت کی مال سے مدد کی تنگی میں تیسرے جس نے میری ذریت کی مدد کی زبان و دل سے۔چوتھے جو میری اولاد کی مدد کرے ضروریات میں ، جبکہ لوگ ان سے تعلقات منقطع کر لیں۔(فروع کافی ۔ جلد سوم ۔ صفحہ ۲۰۵)

(۲) ۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ، میری شفاعت ان لوگوں کے لئے ہے جو میری امت میں سے گناہان کبیرہ کے مرتکب ہوئے ہیں۔اور توبہ کرنے والے ہیں تو ان کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ماعلی المحسنین من سبیل .....الخ (سورہ توبہ آیت ۹۱)

(ترجمہ نیکی کرنے والوں پر الزام کی کوئی سبیل نہیں ہے) (یعنی ان لوگوں کے لئے جو گناہان کبیرہ کے سرزد ہو جانے کے بعد پچھتائے ہوں اور توبہ کی ہو) (من لایحضرہ الفقیہ جلد سوم ۳۵۳)

(۳) ۔امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ، توبہ سے زیادہ

نجات دلانے والا کوئی اور شفیع نہیں ہے۔(من لایحضرہ الفقیہ جلد سوم صفحہ ۳۵۴)

(۴) ۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے آیت مبارکہ

ان اللہ لا یغفران یشرک .... الخ (سورۃ نساء آیت ۴۸)

(اللہ تعالیٰ اس جرم کو تو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے البتہ اس کے سوا جو گناہ ہو (اس میں سے) جس کو چاہے معاف کر دے) (اس آیہ مبارکہ کے متعلق) دریافت کیا گیا کہ ، کیا گناہان کبیرہ کی معافی بھی اللہ کی مشیت میں داخل ہے۔آپ نے فرمایا۔ہاں یہ اس کی مشیت میں داخل ہے۔اگر چاہے تو اس پر عذاب کرے اور چاہے تو معاف کر دے۔(من لایحضرہ الفقیہ جلد سوم صفحہ ۳۵۴)

(۵) ۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ، ہم لوگوں کی شفاعت ان لوگوں کے لئے ہے جو ہمارے شیعوں میں سے گناہان کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں اور (گناہوں کے سرزد ہو جانے کے بعد) توبہ کرنے والے ہیں۔(من لایحضرہ الفقیہ سوم صفحہ ۳۵۴)

(۶) ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ، قیامت کے دن جب میں مقام محمود پر کھڑا ہوں گا تو عہد جاہلیت میں جتنے میرے رشتے دار ، میرے ماں باپ ، چچا اور بھائی ہوں گے ان سب کی شفاعت کروں گا۔(من لایحضرہ الفقیہ جلد چہارم صفحہ ۲۷۱)

فروع دین

(۱) نماز

طہارت و وضو ۔ (۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ، نماز تین تہائی پر مشتمل ہے ۔ جس میں ایک تہائی ، طہارت ہے اور ایک تہائی ، رکوع ہے اور ایک تہائی سجود ہے (من لایحضرہ الفقیہ ۔ جلد اول ۔ صفحہ ۱۹)

(۲) حضرت امیر المومنین علیہ اسلام نے فرمایا کہ نماز کا افتتاح وضو ہے ، اس کی تحریم اللہ اکبر کہنے سے ہے اور اس کی تحلیل سلام پھیرنے سے ہے ، (من لایحضرہ الفقیہ جلد اول صفحہ ۱۹)

(۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر پانی پاک و طاہر ہے ، جب تک کہ تم یہ نہ جان لو کہ وہ نجس ہو گیا ۔ (من لایحضرہ الفقیہ ۔ جلد اول ۔ صفحہ ۱)

(۴) ابی بصیر سے روایت ہے کہ حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے) حدود وضو کے ذکر میں) فرمایا ، کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا ، داخل وضو نہیں بلکہ مقدمات وضو سے ہے ۔ (فروع کافی جلد ۱ صفحہ ۸۴)

(۵) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک مرتبہ فرمایا ۔ کیا تم لوگوں کو دکھاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وضو کس طرح فرمایا کرتے تھے ۔ عرض کیا گیا کہ جی ہاں ۔ تو آپ نے ایک بڑا پیالہ منگوایا جس میں تھوڑا پانی تھا ۔ اس کو سامنے رکھا ۔ پھر آپ نے آستینیں چڑھائیں اور داہنا چلو پانی میں ڈالا ۔ پھر فرمایا ۔ یہ اس وقت کرنا ہوگا جب ہاتھ (انگلیاں اور ہتھیلیاں) پاک ہوں ۔ پھر ایک چلو پانی اٹھایا اور اپنی پیشانی پر ڈالا اور بسم اللہ کہا ۔ پھر اس پانی کو اپنی ریش مبارک کے اطراف

اٹھایا اور اپنے ہاتھ کو ایک مرتبہ اپنے چہرے اور اپنی پیشانی کے کھلے ہوئے حصے پر پھیرا پھر پیالے کے پانی میں اپنا بایاں ہاتھ ڈالا اور چلو بھر کر اٹھایا اور اس کو اپنی داہنی کہنی پر ڈالا اور اپنا ہاتھ کلائی پر پھیرا ۔ یہاں تک کہ پانی انگلیوں کے اطراف تک جاری ہو گیا اس کے بعد داہنا ہاتھ پانی میں ڈالا اور پھر چلو (بھر پانی) نکال کر اپنے بائیں ہاتھ کی کہنی پر ڈالا اور پھر اپنے ہاتھ کو کلائی پر پھیرا ۔ یہاں تک کہ پانی ساری انگلیوں کے اطراف تک جاری ہو گیا ۔ اس کے بعد اپنے گیلے ہاتھ سے سر کے سامنے والے حصے پر مسح کیا اور اس کی تری سے جو باقی تھی ، دونوں پاؤں کی پشت پر مسح کر لیا ۔ (من لایحضرہ الفقیہ جلد اول صفحہ ۱۷)

(۶) یونس بن عمار نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نماز کے لئے وضو کے متعلق پوچھا ۔ فرمایا ، ایک ایک بار دھونا کافی ہے ۔ (فروع کافی جلد اول ۔ صفحہ ۸۶)

(۷) اور حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا ، وہ دو دو بار دھوئے جو ایک پر قناعت نہ کرے ۔ اور جو دو سے زیادہ بار دھوئے اس کا اجر نہ ہوگا ۔ دوبارہ دھونا وضو کی آخری حد ہے ۔ اس سے تجاوز کرنا گناہ ہے ۔ اس کا وضو ہی نہ ہوگا اور وہ اس شخص کی مانند ہوگا ۔ جو ظہر کی نماز پانچ رکعت پڑھ لے ۔ اگر حضرت دو بار آخری حد نہ بتاتے تو تین کی اجازت ہو سکتی تھی ۔ (فروع کافی جلد ۱ صفحہ ۸۶ ، ۸۷)

(۸) راوی کہتا ہے میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو لکھا کہ (وضو میں) چہرے کی حد کیا ہے ۔ آپ نے جواب میں لکھا ، بال اگنے کی جگہ سے چہرے کے آخر تک ، یہی دونوں حدیں ہیں ۔ (فروع کافی جلد اول صفحہ ۸۷)

(۹) حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ، اللہ تعالیٰ نے وضو میں لوگوں پر فرض کیا ہے کہ عورت اپنے ہاتھ کو اندرونی طرف سے دھونا شروع کرے اور مرد اپنے ہاتھ کو بیرونی طرف سے (یعنی کہنی کی طرف سے) دھونا شروع کرے ۔ (من لا یحضرہ الفقیہ جلد ۱ صفحہ ۹۳)

(۱۰) فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے جب پانی نہ ملے اور تیمم کرنا ہو تو نماز کے وقت تک تاخیر کرو۔ اگر پانی نہ ملے تو زمین تو کہیں نہیں چلی گئی۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ جب آدمی پانی نہ پائے اور جنب ہو تو چاہیئے کہ تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔ اور جب پانی مل جائے تو غسل کرے۔ اس صورت میں (پہلے) جو نماز پڑھ چکا ہے وہ اس کے لئے کافی ہوگی۔ (فروع کافی جلد ا صفحہ ۱۰۷)

(۱۱) راوی کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے تیمم کے (طریقے کے متعلق پوچھا۔ پس حضرت نے زمین پر ہاتھوں کو مار کر اٹھایا۔ ہاتھوں کو جھاڑا۔ پھر ان سے پیشانی اور دونوں ہاتھوں کا مسح کیا۔ ایک ایک بار۔ فروع کافی جلد اول۔ صفحہ ۱۹)

غسل

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، روز جمعہ کا غسل طلوع فجر سے لے کر زوال آفتاب تک ہے اور یہ سنت (موکدہ) ہے کہ اس کو وضو سے شروع کرنا چاہئے اور فرمایا۔ غسل جنابت واجب ہے اور غسل حیض واجب ہے اور استحاضہ والی عورت پر غسل واجب ہے۔ غسل نفاس واجب ہے۔ غسل میت واجب ہے۔ نماز استسقاء کے لئے غسل واجب ہے۔ مولود کا غسل واجب ہے۔ رمضان کی پہلی رات کا **غسل** مستحب ہے۔ اور ۲۱ / و ۲۳ / رمضان کی رات **غسل** سنت ہے۔ کیونکہ ان میں سے کسی میں شب قدر ہے۔ اور روز عید الفطر و عید الضحیٰ کا **غسل** سنت ہے اور اس کا ترک کرنا مجھے پسند نہیں۔ اور عمل استخارہ کے لئے **غسل** سنت ہے۔ (فروع کافی جلد اول صفحہ ۹۵)

(۲) زرارہ نے کہا، میں نے حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے غسل جنابت کی ترتیب کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ اگر ہاتھ نجس نہ ہوں تو (ورنہ پہلے

ہاتھ پاک کر لے) پانی میں ڈالے اور اپنی شرمگاہ کو دھوئے۔ (جسم سے نجاست کو دھولے) پھر تین بار سر پر پانی ڈالے۔ پھر دائیں طرف دو بار۔ پھر بائیں طرف دو بار اس طرح دھوئے کہ (دونوں طرف) پانی کندھوں سے پاؤں تک جاری ہو جائے۔ (غسل جنابت کرتا ہوں قربۃ الی اللہ) یہ نیت زبان سے دہرائے یا دل میں رکھے کافی ہے)۔ اور غسل ارتماسی کے متعلق فرمایا کہ غسل جنابت میں (نجاستوں کو دھولینے کے بعد) اپنا سارا بدن (معہ سر کے نیت غسل کے ساتھ) پانی میں ایک بار بھی ڈبو لے (غوطہ لگائے) تو یہ اس کے غسل کے لئے کافی ہے۔ (فروع کافی جلد اول صفحہ ۹۷)

اذاں واقامہ

(۱) منصور بن حازم نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ، جبرئیل علیہ السلام (کلمات) اذاں لے کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نازل ہوئے۔ اور اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر اقدس حضرت علی علیہ السلام کی آغوش میں تھا۔ حضرت جبرئیل نے اذاں کہی اور اقامت کہی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب (کیفیت وحی) سے بیدار ہوئے تو آپ نے حضرت علیؑ سے فرمایا۔ اے علیؑ تم نے سنا، انہوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ۔ پوچھا، کیا تم کو یاد ہے۔ عرض کیا جی ہاں، فرمایا پھر بلال کو بلاؤ اور انھیں سکھادو۔ حضرت علیؑ نے بلال کو بلوایا اور ان کو اذان دینا سکھادیا۔ (من لایحضرہ الفقیہ جلد اول صفحہ ۱۵۵)

(۲)۔ فرمایا امام محمد باقر علیہ السلام نے اذان کی ابتدا کرو چار تکبیروں سے اور ختم کرو دو بار اللہ اکبر اور دو بار لا الہ الا اللہ کہہ کر۔ (فروع کافی جلد دوم صفحہ ۵۸)

(۳)۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا اذان میں، الصلوٰۃ خیر من

النوم ، کے بارے میں ۔ آپ نے فرمایا ، یہ کیا (بدعت) ہے میں نہیں جانتا ۔ (الاستبصار جلد اول صفحہ ۱۵۷)

(۴) ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ موذن کو اذان اور اقامت کے درمیان اتنا ثواب مل جاتا ہے جتنا خدا کی راہ میں شہید ہونے والے اور اپنے خون میں لوٹنے والے کو ۔ حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا ۔ پھر تو لوگ اذان دینے کے لئے آپس میں لڑپڑیں گے ۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ۔ ہرگز ایسا نہ ہوگا بلکہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ اذان دینے کا کام ضعیفوں پر چھوڑ دیں گے ۔ یہی گوشت و پوست ہیں جن پر اللہ نے جہنم کو حرام کر دیا ہے (من لایحضرہ الفقیہ جلد اول صفحہ ۱۵۶)

(۵) ۔ اسمعیل جعفی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ، اذان اور اقامہ میں پینتیس (۳۵) حروف ہیں ۔ اور آپ نے اپنے ہاتھ پر شمار کیا اور فرمایا ۔ اذان میں اٹھارہ کلمات ہیں اور اقامہ میں سترہ ۔ (الاستبصار جلد اول صفحہ ۱۵۵) (اسی حدیث کو علامہ یعقوب کلینی نے فروع کافی میں اور علامہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے من لایحضرہ الفقیہ میں بھی لکھا ہے)

(۶) ۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا ۔ کیا عورت کے لئے اذان واقامت ہے فرمایا نہیں (فروع کافی جلد دوم صفحہ ۵۹)

(۷) ۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے اپنی بیماری اور لاولد ہونے کی شکایت امام رضا علیہ السلام سے کی ۔ فرمایا ، تم اپنے گھر میں بلند آواز سے اذان دیا کرو ۔ میں نے ایسا ہی کیا ۔ میرا مرض بھی دور ہو گیا اور کثیر اولاد بھی اللہ نے دی ۔ (فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۶۰)

فضیلت نماز

(۱) ۔ حضور کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب بھی کسی نماز کا وقت آتا ہے تو ایک ملک (فرشتہ) لوگوں کے درمیان آواز دیتا ہے ۔ ایہا الناس ۔ وہ آگ جو تم نے اپنی پشت پر روشن کر رکھی ہے ۔ اٹھو اور اپنی نماز سے اس (آگ) کو بجھا لو ۔ (من لایحضرہ الفقیہ صفحہ ۱۱۵)

(۲) ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کی مثال ایسی ہے جیسے خیمے کے لئے عمود (ستون) اگر ستون ثابت ہے تو طنابیں ، میخیں اور پردے سب ہی ثابت ہیں ۔ اور اگر ستون ہی ٹوٹ گیا تو نہ میخ سے کوئی فائدہ ہوگا ، نہ طناب سے ، نہ پردے سے ۔ (من لایحضرہ الفقیہ جلد اول صفحہ ۱۱۷)

(۳) ۔ فرمایا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ، جب میرے والد کے انتقال کا وقت قریب آیا تو فرمایا ۔ جو نماز کو سبک (غیر اہم) سمجھے گا وہ ہماری شفاعت حاصل نہ کر سکے گا ۔ (فروع کافی جلد دوم صفحہ ۱۰)

(۴) ۔ حماد ابن عیسیٰ سے روایت کی گئی ہے کہ انھوں نے کہا ، ایک دن حضرت امام جعفر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا ۔ اے حماد کیا تم احسن طریقے سے نماز پڑھتے ہو ۔ میں نے کہا مولا و آقا ، میں نماز میں حریز کی کتاب کو پیش نظر رکھتا ہوں ۔ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں ، تم میرے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھو ۔ چنانچہ میں آں جناب کے سامنے قبلہ رو کھڑا ہوا اور نماز شروع کر دی اور رکوع و سجدہ کیا ۔ آپ نے فرمایا ۔ اے حماد تم نے احسن طور سے نماز نہیں پڑھی ۔ ایک مرد کے لئے یہ کتنی بری بات ہے کہ ساٹھ ستر سال کا ہو جائے اور ایک نماز بھی پورے حدود کے ساتھ نہ پڑھ سکے ۔ حماد کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں نے اپنے دل میں بہت ذلت محسوس کی اور عرض کیا کہ میں آپ پر قربان ، آپ مجھے نماز سکھا دیجئے ۔ تو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام (میری اس گزارش پر) قبلہ رو اپنے پاؤں پر سیدھے کھڑے ہو گئے ۔ اور اپنے دونوں ہاتھ پورے طور پر اپنی رانوں پر لٹکا دیے اور انگلیاں ایک دوسرے سے ملا دیں

اور دونوں پاؤں اتنے قریب کر لئے کہ ان کے درمیان تین انگل کا فاصلہ کھلا ہوا رہ گیا اور اپنے پاؤں کی تمام انگلیوں کو بھی قبلہ رو کر لیا، اور ایسا کہ وہ قبلہ سے بالکل منحرف نہ تھیں۔ پھر بالکل خشوع و خضوع اور اطمینان کے ساتھ آپ نے کہا، اللہ اکبر، اور پھر سورہ الحمد اور قل ھو اللہ احد، ترتیل اور خوش الحانی کے ساتھ پڑھیں۔ پھر ذرا ٹھیرے، اتنا کہ جتنا سانس لینے کے لئے رکا جاتا ہے اور کھڑے ہی کھڑے اللہ اکبر، کہا۔ پھر رکوع میں گئے۔ اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو دونوں جدا جدا گھٹنوں پر رکھدیا اور اتنا جھکے کہ اگر پیٹھ پر پانی یا تیل کا ایک قطرہ پڑجائے تو پشت کے بالکل سیدھے ہونے کی وجہ سے نہ گرے۔ اور دونوں گھٹنوں کو اپنے پیچھے کی طرف موڑا اور گردن کو (آگے کی طرف) بالکل سیدھا رکھا اور نگاہیں نیچی کر لیں۔ پھر تین مرتبہ تسبیح ترتیل کے ساتھ پڑھی۔ (سبحان ربی العظیم وبحمدہ) پھر پورے طور سے سیدھے کھڑے ہوگئے تو کہا سمع اللہ لمن حمدہ۔ پھر کھڑے ہی کھڑے اللہ اکبر، کہا اور اپنے دونوں ہاتھ چہرے کے برابر اٹھائے۔ اور سجدے میں گئے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں سے پہلے زمین پر رکھے۔ اور (سجدے کی حالت میں) تین مرتبہ، سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ، کہا اور اپنے بدن کا کوئی حصہ کسی شئے پر نہیں رکھا اور آٹھ اعضاء سے سجدہ کیا۔ پیشانی، دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں دونوں گھٹنے، دونوں پاؤں کے انگوٹھے اور ناک۔ ان میں سے سات تو فرض ہیں اور ناک کو زمین پر رکھنا سنت ہے۔ پھر سجدے سے سر اٹھایا اور جب سیدھے بیٹھ گئے تو اللہ اکبر کہا اور بائیں پاؤں پر بیٹھ گئے اور دائیں پاؤں کی پشت کو بائیں پاؤں کے تلوے میں رکھدیا اور کہا۔ استغفر اللہ ربی واتوب الیہ، پھر بیٹھے ہی بیٹھے، اللہ اکبر، کہا اور دوسرا سجدہ کیا اور اس میں وہی کہا جو پہلے سجدے میں کہا تھا، اور اپنے بدن کے کسی حصے کو کسی شئے پر نہیں رکھا، اور اس طرح دو رکعت پڑھی اور فرمایا۔ اے حماد، اس طرح نماز پڑھا کرو اور کسی طرف ملتفت نہ ہو۔ (دوران نماز) اپنے ہاتھ اور انگلیوں سے عبث (فضول) کام نہ کرو (من لا یحضرہ الفقیہ

جلد اول ۱۹۶، ۱۲۷)

(۵)۔ حماد ابن عیسیٰ کی اسی روایت کو لکھتے ہوئے کافی میں علامہ یعقوب کلینی یہ بھی لکھتے ہیں کہ "اس طرح دو رکعتیں پوری کیں اور جب تشہد میں بیٹھے تو انگلیاں ملاکر زانو پر رکھیں۔ جب تشہد اور سلام سے فارغ ہوئے تو فرمایا۔ اے حماد، نماز یوں پڑھو۔ (فروع کافی جلد ۲-۴۹)

(۶)۔ راوی کہتا ہے، میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا۔ تشہد میں کم سے کم کیا پڑھا جائے۔ فرمایا شہادتین (فروع کافی جلد ۲-۱۰۲)

(۷)۔ اور حضرتؑ نے یہ بھی فرمایا کہ، جب تم اللہ کا اور نبی کا ذکر تشہد میں کرو تو وہ نماز میں داخل ہے اور جب کہو، السلام علینا و علیٰ عباد اللہ الصالحین، تو یہ ختم نماز ہے۔ (فروع کافی جلد ۲-۱۰۳)

(۸)۔ حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام سے نماز میں تشہد کے بھول جانے والے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا۔ اگر آدمی نماز میں تشہد بھول جائے تو وہ ذکر کرے اور بسم اللہ کہے تو اس کی نماز جائز ہے اور اگر (سہواً) ذکر نہ کرے اور تشہد بھی نہ پڑھے تو نماز دہرائے۔ اس حدیث کو لکھنے کے بعد حضرت شیخ طوسی علیہ الرحمہ باب وجوب الصلوٰۃ علی النبی فی التشہد میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث تقیۃً آئی ہے اور عامہ کے مذہب کے موافق ہے اور ہمارے پاس تشہد میں شہادتین اور دُرود واجب ہے (الاستبصار جلد اول ۱۷۴)

(۹)۔ فرمایا ابو عبد اللہ علیہ السلام نے جب (ہر) ایک رکعت ختم کر کے اٹھو تو اپنے ہاتھوں پر سہارا دو اور کہو بحول اللہ و قوتہٖ اقوم واقعد (فروع کافی جلد ۲-۱۰۳)

(۱۰) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، (نمازیں) واجب ہوں یا نافلہ (ہر) دو رکعت کے بعد قبل رکوع قنوت ہے (اور) فرمایا کہ قنوت میں اتنا ذکر کرنا (بھی) کافی ہے۔

اللھم اغفرلنا وارحمنا وعافنا واعف عنا فی الدنیا والاخرۃ انک علی کل شیء قدیر۔

(فروع کافی ۔جلد دوم ۔۱۰۵،۱۰۶)

(۱۱) ۔اور تین اور چار رکعتوں والی نماز کے متعلق فرمایا، تیسری رکعت کے لئے جب تم کھڑے ہونے کے لئے اپنے ہاتھ سے (زمین پر) ٹیک لگاؤ تو کہو

بحول اللہ وقوۃ اقوم واقعد

اور آخر کی دو رکعتوں میں، خواہ تم پیش نماز ہو یا غیر پیش نماز تین مرتبہ یہ کہو

سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر

اور اگر چاہو تو ان میں سے تیسری اور چوتھی ہر رکعت میں سورۃ الحمد پڑھو ۔ لیکن تسبیح پڑھنا افضل ہے اور جب چوتھی رکعت پڑھ چکو تو آخر میں تشہد (اور سلام) پڑھو ۔(من لایحضرہ الفقیہ ۔جلد اول ۔ صفحہ ۱۷۹)

(۱۲) اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابو بصیر سے یہ بھی فرمایا کہ، پہلی رکعت میں سورۃ الحمد اور سورۃ انا انزلنا، اور دوسری رکعت میں سورۃ الحمد اور سورۃ قل ھو اللہ احد ،پڑھنا مستحب ہے ۔اس لئے کہ انا انزلنا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہلبیت علیہم السلام کی سورۃ ہے ۔پس ان لوگوں کو نماز گزار (اس سورۃ کی قرات سے) اللہ کی طرف اپنا وسیلہ بنائے ۔اس لئے کہ ان ہی حضرات کے ذریعے اللہ کی معرفت حاصل ہوئی ہے ۔اور دوسری رکعت میں سورۃ توحید (قل ھو اللہ احد) پڑھے ۔اس لئے کہ اس کے پڑھنے سے دعا قبول ہوتی ہے ۔اس کے بعد قنوت (کی دعا) پڑھے گا تو قبول ہوگی (من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ۱۷۶،۱۷۷)

(۱۳) ۔فرمایا امام محمد باقر علیہ السلام نے کہ جو رکوع: سجود وقیام (قنوت) میں محمد وآل محمد پر درود بھیجے تو اسے دہرے رکوع و سجود وقیام کا اجر ملتا ہے (فروع کافی ۸۷)

(۱۴) ۔یحییٰ ابن ابی عمران نے حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام کو لکھا کہ آپ کیا فرماتے ہیں اس شخص کے بارے میں جو اپنی نماز میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ بسم اللہ الرحمن الرحیم ،پڑھتا ہے اور دوسرے سورتوں کے ساتھ بسم اللہ، نہیں پڑھتا ہے ۔ آپ نے جواب میں اپنے ہاتھ سے لکھ کر بھیجا اور دو بار لکھا ، عباس غلط کہتا ہے ۔ہر سورۃ کے ساتھ ، بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا چاہیے ۔(فروع کافی جلد ۲ ۔۷۰)

(۱۵) اور حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا جب تم امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہو تو جب امام (پیش نماز) سورۃ الحمد قرات کرے تو (اختتام پر) کہو، الحمد للہ رب العالمین، اور آمین، نہ کہو (الاستبصار ۱۹۲ جلد اول)

(۱۶) ۔فرمایا حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے زمین پر سجدہ فرض ہے اور خمرہ پر سنت ۔(خمرہ یعنی سجدہ گاہ کے اتنی چھوٹی چٹائی) (فروع کافی جلد ۹۴)

(۱۷) ۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ، زمین پر سجدہ فرض ہے اور دوسری چیز پر سنت ۔نیز آپ نے ارشاد فرمایا کہ، امام حسین علیہ السلام کی قبر کی مٹی (خاک شفا) پر سجدہ کرنے سے زمین کے ساتوں طبق روشن اور نورانی بن جاتے ہیں (من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ۱۴۷)

(۱۸) ۔فرمایا حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے، جب تم نماز پڑھو تو خضوع وخشوع کے ساتھ اور پوری توجہ سے پڑھو ۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔وہ لوگ اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں (فروع کافی جلد ۲ ۵۰۲)

(۱۹) ۔سعید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام سے پوچھا کہ ۔ کیا کوئی شخص (خوف خدا میں بہ حالت نماز) رو سکتا ہے فرمایا، مبارک ہے، مبارک

ہے ، اگر (آنسو) مکھی کے پر برابر ہو (یعنی نماز میں خوف خدا سے رونا بے حد ثواب کا باعث ہے) (۲۰) ۔ فرمایا امام محمد باقر علیہ السلام نے جب رکوع یا سجدہ میں جانا چاہو تب اپنے ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہو تب رکوع یا سجدہ کرو (فروع کافی جلد ۲ ۔ صفحہ ۷۷)

نماز جماعت

زرارہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے کہا لوگ کہتے ہیں کہ تنہا نماز سے جماعت کی نماز پچیس گنا زیادہ ثواب رکھتی ہے ۔ فرمایا انھوں نے سچ کہا میں نے پوچھا کیا دو آدمیوں سے بھی جماعت ہو جاتی ہے ۔ فرمایا ، ہاں ، دوسرا آدمی امام کے داہنی طرف کھڑا ہو ۔ (فروع کافی جلد دوم ۔ صفحہ ۱۵۳)

(۲) ۔ زرارہ اور فضیل نے امام علیہ السلام سے پوچھا ، کیا جماعت کی نماز فرض ہے ۔ فرمایا ، فرض نہیں سنت ہے ۔ جو کوئی اس سے رغبت کو ترک کرے اور بے وجہ جماعت مومنین میں شامل نہ ہو ۔ اس کی نماز صحیح نہیں ۔ (فروع کافی جلد ۲ ۔ ۱۵۴)

(۳) زرارہ کہتے ہیں میں نے پوچھا اس نماز (جماعت) کے متعلق ، جو مخالفین (غیر شیعہ پیش نماز) کے پیچھے پڑھی جائے ۔ فرمایا وہ لوگ (مخالفین) میرے نزدیک بمنزلہ دیواروں کے ہیں ۔ (فروع کافی جلد ۲ ۔ ۱۵۶)

(۴) ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ، مومن ایک اکیلا بھی جماعت ہے ۔ (من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ۔ صفحہ ۳۱۵)

(۵) ابو بصیر کہتے ہیں کہ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا ۔ پانچ شخص کسی حال میں بھی لوگوں کے پیش نماز نہیں ہو سکتے ۔ مجذوم ، مبروص مجنون ، ولد الزنا اور بدو (صحرائی عرب جو عموماً مسائل دینی سے کم واقف ہوتے ہیں ۔) فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۵۸) (۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ، تین

اشخاص کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے ۔ وہ شخص جس کا دین و اعتقاد نہ معلوم ہو ، وہ شخص جو غالی ہو ، اگر چہ وہ بھی اس کا قایل ہو جس کے تم قایل ہو اور وہ شخص جو چھپا کر نہیں بلکہ لوگوں کے سامنے علانیہ فسق و فجور کرتا ہو ۔ خواہ اپنے اعتقادات میں معتدل ہی کیوں نہ ہو ۔ (من لایحضرہ الفقیہ ۔ جلد اول ۔ صفحہ ۲۱۷)

(۷) اسمعیل جعفی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ ، ایک شخص ہے جو امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے مگر ان کے دشمن سے برا‌ءت کا اظہار نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ وہ (دشمن علیؑ) میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے ان لوگوں سے جو اس کے مخالف ہیں ۔ آپ نے فرمایا ۔ وہ (حق و باطل کو) خلط ملط کرتا ہے ۔ وہ دشمن ہے ۔ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو اس میں کوئی کراہت نہیں ہے ۔ سوائے اس کے کہ وہ تقیہ کر رہا ہو ۔ (من لایحضرہ الفقیہ جلد اول صفحہ ۳۱۸)

(۸) ۔ راوی نے حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے پوچھا ، کیا مرد عورت کی امامت کر سکتا ہے ، اپنے گھر کے اندر ، فرمایا ہاں ، عورت پیچھے کھڑی ہو ۔ اسی طرح ایک دوسرے راوی نے حضرت سے پوچھا کیا عورت امامت کر سکتی ہے ۔ فرمایا ۔ اگر وہ سب عورتیں ہی ہوں تو نافلہ (نمازوں) میں امامت کر سکتی ہے ، واجب میں نہیں (نافلہ نمازوں میں بھی) ان کے پیچھے کھڑی ہو آگے نہیں ۔ فروع کافی جلد ۲ ۔ ۱۵۹)

(۹) ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ، اگر تمہاری خوشی یہ ہے کہ تم اپنی نمازوں کو پاک و صاف رکھو تو تم میں جو سب سے بہتر ہے اس کو امام (پیش نماز) بناؤ ۔ یہ بھی فرمایا کہ کوئی شخص کسی قوم کو نماز پڑھائے اور ان میں کوئی اس (پیش نماز) سے زیادہ عالم ہو تو اس قوم کے امور قیامت تک پستی کی طرف جائیں گے پیش نماز اللہ کی بارگاہ میں تمہارا شفیع ہوتا ہے ۔ لہذا کسی بیوقوف شخص کو اور کسی فاسق کو اپنا شفیع نہ بناؤ (من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ۔ صفحہ ۲۱۹)

(۱۰) ۔ ابو عبداللہ برقی نے سوال کیا ابو جعفر ثانی سے کہ ، ایک شخص جو آپ کے والد اور آباء طاہرین کے دین پر ہے لیکن آپ کی امامت کا قایل نہیں ۔ کیا ہم اس (پیش نماز) کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں ۔ آپ نے فرمایا ۔ اس کے پیچھے نماز مت پڑھو ۔ (من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ۔ صفحہ ۱۲۶)

نماز جمعہ

(۱) ۔ فرمایا حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے ، چاہیئے کہ ہر ایک ، (مومن) روز جمعہ زینت کرے ۔ غسل کرے ، خوشبو لگائے ، ڈاڑھی درست کرے پاکیزہ لباس پہنے اور نماز جمعہ کی تیاری کرے اور سکینہ و وقار سے رہے اور اچھی طرح عبادت کرے اور حسب استطاعت خیرات کرے ۔ (فروع کافی جلد ۲ ۔ ۲۱۳)

(۲) ۔ اور فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے جمعہ کے دن صبح کو اپنی ضروریات کے لئے دوڑ دھوپ کرنا مکروہ ہے اور یہ نماز جمعہ کی وجہ سے مکروہ ہے اور نماز کے بعد جائز ہے اس میں برکت ہوتی ہے (من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ۔ صفحہ ۲۴۰)

(۳) ۔ فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ اللہ نے فرض کیا ہے لوگوں پر ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک ۳۵ (پینتیس) نمازوں کو ، اور ایسی نمازوں کو جو جماعت کے ساتھ فرض ہیں ۔ نماز جمعہ ہے جو نو (۹) آدمیوں سے ساقط ہے ۔ بچہ ، بوڑھا مجنون ، مسافر ، غلام ، عورت ، مریض ، اور اندھا ۔ اور وہ شخص جو دو فرسخ سے آگے رہتا ہو ۔ (فروع کافی جلد ۲۱۵)

(۴) ۔ فرمایا امام محمد باقر علیہ السلام نے ، جمعہ کا خطبہ اور دو رکعت نماز پانچ آدمیوں سے کم میں نہ ہوگی ۔ امام (پیش نماز) اور چار اور ۔ (فروع کافی جلد ۲ ۔ ۲۱۵)

(۵) ۔ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ ، جب روز جمعہ ، امام خطبہ پڑھ رہا ہو تو کسی کو کلام نہیں کرنا چاہیے ۔ (چاہے تو) اس کے بعد قیام نماز کے متعلق

بات کرے ۔ نماز میں قراءت امام سنے یا نہ سنے ، کافی ہے (فروع کافی جلد ۲ ۔ ۲۲۰)

(۶) ۔ فضیل بن یسار نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ۔ سفر میں نماز جمعہ ، نماز عید الضحیٰ و نماز عید الفطر نہیں ہے (من لایحضرہ الفقیہ جلد ۔ اول صفحہ ۲۵۱)

(۷) ۔ محمد بن مسلم نے حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے جمعہ کی نماز کے متعلق پوچھا ۔ فرمایا وہ اذان اور اقامت کے ساتھ ہے ۔ اذان کے بعد امام (پیش نماز) منبر پر جائے اور خطبہ پڑھے ۔ اور جب تک امام منبر پر رہے مسجد میں کوئی نماز نہ پڑھے ۔ پہلے خطبے کے بعد امام منبر پر بیٹھے ۔ اتنی دیر ، جتنی دیر میں سورہ قل ھو اللہ احد پڑھا جا سکتا ہے ۔ پھر کھڑا ہو اور خطبہ ثانیہ پڑھے ۔ پہلی رکعت میں سورۃ جمعہ پڑھے اور دوسری میں سورۃ منافقون (تہذیب الاحکام ۔ جلد ۳ ۔ ۶) (فروع کافی جلد ۔ ۲۲۳)

(۸) ۔ اسحاق بن عمار نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ، امام (پیش نماز) کو چاہیے کہ اس کی نماز ، جو لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں ، ان میں سے سب سے زیادہ ضعیف شخص کے مطابق ہو ۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ، ہمارے شیعوں میں جو نماز (پابندی سے) پڑھتے ہیں اللہ ان کے طفیل میں جو نماز (پابندی سے) نہیں پڑھتے ان کی بلا کو رد کرتا ہے ۔ جو زکوۃ دیتے ہیں ان کی وجہ سے نہ دینے والوں سے (بھی) مصیبت کو دور کرتا ہے ، جو حج کرتے ہیں ان کی وجہ سے حج نہ کرنے والوں سے (بھی آفت کو رفع کرتا ہے ۔ اگر سب ہی نماز نہ پڑھیں اور زکوۃ نہ دیں تو سب ہلاک ہو جائیں ۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے "بعض کی وجہ سے اللہ بعض کی مصیبت کو دور نہ کرتا تو زمین کے معاملات بگڑ جاتے ۔ لیکن اللہ تمام عالمین پر فضل کرنے والا ہے " واللہ یہ آیت تم ہی لوگوں کے بارے میں ہے ۔ تمہارے غیر کے لئے نہیں ۔ (اصول کافی ۔ جلد دوم ۔ صفحہ ۲۵۳)

نمازِ عیدین

(۱) ۔ زرارہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ، نماز عیدین امام (پیش نماز) کے ساتھ سنت ہے ۔ اور نماز عید کا واجب ہونا، تو یہ امام عادل کے ساتھ ہو تب واجب ہے ۔ (الاستبصار جلد اول ۔ صفحہ ۲۸۸)

(۲) ۔ اسمعیل ابن جابر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ، اس کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا ۔ کیا نماز عیدین کے لئے اذان واقامت ہے ۔ فرمایا ۔ ان دونوں میں اذان واقامت نہیں ہے بلکہ تین مرتبہ ، الصلوۃ، الصلوۃ کی منادی کی جائے گی ۔ (من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ۲۸۸)

(۳) ۔ سماعہ بن مہران نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ، عیدین کی نماز بغیر امام (امام جماعت) کی معیت کے نہیں ہوتی ۔ ویسے اگر تم (جماعت نہ ہونے کی صورت میں) تنہا پڑھو تو کوئی مضائقہ نہیں (من لایحضرہ الفقیہ ۔ جلد اول ۔ صفحہ ۲۸۹)

نمازآیات

محمد ابن مسلم نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا ۔ یہ آندھیاں اور تاریکیاں (گرہن وغیرہ) جو ہوتی ہیں ۔ کیا ان میں نماز پڑھی جائے ۔ فرمایا تمام خوفناک حوادث آسمانی میں، خواہ تاریکی ہو یا آندھی یا کوئی اور خوف کی صورت ہو اس میں نماز گرہن کی طرح نماز پڑھی جائے (حوادث آسمانی کے) ساکن ہونے تک ۔ (فروع کافی جلد اول ۔ صفحہ ۲۷۵)

(۲) ۔ محمد ابن مسلم نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا ، نماز کسوف (نمازآیات) کی کتنی رکعتیں ہیں اور ہم کیسے پڑھیں ۔ فرمایا دس ۔ رکعات ہیں اور چار سجدے ۔ شروع کرو تکبیر سے ۔ رکوع کرو تکبیر سے ۔ پانچویں تکبیر کے بعد سمع اللہ لمن

حمدہ، کہہ کر سجدے میں جاؤ ۔ اور ہر رکعت میں قبل رکوع قنوت ہے ۔ اور قنوت کو طول دو اور رکوع کو بھی ۔ اگر تم فارغ ہو جاؤ قبل سورج کے روشن ہونے کے، تو بیٹھو اور اللہ سے اس وقت تک ، دعا مانگو کہ وہ روشن ہو جائے ۔ اور اگر نماز سے فارغ ہونے سے پہلے روشن ہو جائے (یعنی گرہن ختم ہو جائے یا حوادث آسمانی ختم ہو جائیں تو باقی نماز کو تمام کرو اور قرأت باآواز بلند کرو (فروع کافی جلد اول ۔ صفحہ ۲۷۶)

نمازِ میّت

(۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب کسی کی میت پر نماز پڑھتے تو اللہ اکبر کہتے اور تشہد پڑھتے ۔ پھر تکبیر کہتے اور نبی اور ان کی آل پر درود بھیجتے اور ان کے لئے دعا کرتے ۔ پھر تکبیر کہتے اور مومنین اور مومنات کے لئے دعا کرتے ۔ پھر چوتھی تکبیر کہتے اور میت کے لئے دعا کرتے ۔ پھر پانچویں تکبیر کہتے اور وہاں سے پلٹ جاتے ۔ نیز آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ، اور جو شخص کسی میت پر نماز پڑھے تو وہ اس کے سر کے اتنا قریب کھڑا ہو کہ اگر ہوا چلے اور اس کا دامن اٹھے تو جنازے کو لگے ۔ اور (پہلی) تکبیر کہے اور یہ کہے **اشھدان لاالہ الا و حدہ لا شریک لہ و اشھدان محمد اعبدہ و رسولہ ارسلہ بالحق بشیرا و نذیرا بین یدی الساعۃ.**

(میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں ۔ اس نے ان کو حق کے ساتھ بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ۔

پھر دوسری تکبیر کہے ۔ اور یہ کہے ۔

اللھم صل علی محمد و آل محمد و بارک علیٰ محمد و آل محمد و ارحم علی محمد او آل محمد کافضل ما

صلیت و بارکت و ترحمت علی ابراهیم و آل ابراهیم انک حمید مجید.

(اے اللہ تو رحمت نازل کر محمد اور ان کی آل پر۔ برکت دے محمد اور ان کی آل کو۔ اس سے بھی بہتر جو تو نے رحمت نازل کی ہے۔ برکت دی ہے اور رحم فرمایا ہے۔ ابراہیم اور آل ابراہیم پر۔ سب شک تو لائق حمد اور صاحب بزرگی ہے) پھر تیسری تکبیر کہے۔ اور یہ کہے۔

اللھم اغفر للمومنین والمومنات و المسلمین والمسلمات الاحیاء منھم والاموات.

(اے اللہ تو مغفرت فرما مومنین و مومنات اور مسلمین اور مسلمات کی خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ) پھر چوتھی تکبیر کہے۔ اور یہ کہے۔

اللھم ان ھذا عبدک و ابن عبدک و ابن امتک نزل بک و انت خیر منزول بہ اللھم انا لانعلم منہ الا خیرا و انت اعلم بہ منا اللھم ان کان محسنا فزد فی احسانہ و ان کان مسیئا و تجاوز عنہ و اغفر لہ برحمتک یا ارحم الراحمین.

(اے اللہ یہ تیرا بندہ اور تیرے بندے کا فرزند اور تیری کنیز کا بیٹا تیری بارگاہ میں حاضر ہے اور تو اس کے لئے بہترین پہنچنے کی جگہ ہے۔ اے اللہ ہم لوگ اس کی طرف سے سوائے خیر کے کچھ نہیں جانتے اور تو ہم سے بھی زیادہ جانتا ہے۔ اے اللہ اگر یہ نیکوکار (نیک) ہے تو اس کی نیکیوں میں اضافہ فرما اور اگر یہ گنہگار ہے تو اس سے درگزر فرما اور اس کو بخش دے۔ اے اللہ اس کو اپنے پاس اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرما اور رحم کر اپنی رحمت سے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے) پھر پانچویں تکبیر کہے اور (نماز ختم کرکے) اپنی جگہ سے اس وقت تک نہ ہٹے جب تک کہ جنازے کو لوگوں

کے کاندھوں پر نہ دیکھ لے۔ اور نماز میت میں پانچ تکبیریں کہنے کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر پانچ فرائض عائد کیے ہیں۔ نماز، زکوۃ، روزہ، حج اور ولایت۔ اس لئے میت کے لئے ہر فریضہ کے بدلے ایک تکبیر ہے۔ (من لایحضرہ الفقیہ۔ جلد اول۔ صفحہ ۸۵۔۸۶)

(۲) امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ، آپ نے فرمایا، جب کوئی مومن مرجائے اور اس کی نماز جنازہ میں چالیس مومنین شریک ہوں اور سب لوگ (نماز جنازہ پڑھتے ہوئے، میت کے متعلق) یہ کہیں کہ

الھم انا نعلم منہ الا خیراً و انت اعلم بہ منا

(اے اللہ ہم لوگ اس کی طرف سے سوائے خیر کے کچھ نہیں جانتے، اور تو ہم سے بھی زیادہ جانتا ہے) (یہ کلمات نماز جنازہ پڑھتے وقت دہرائے جاتے ہیں)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تم لوگوں کی گواہیاں قبول کیں اور اس کو بخش دیا۔ (من لایحضرہ الفقیہ جلد اول۔ ۸۶۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری امت میں سے جس پر رجم کیا گیا؛ زنا اس پر بھی نماز پڑھو۔ اور جس نے میری امت سے خودکشی کرلی ہے اس پر بھی نماز پڑھو میری امت میں سے کسی کو بھی بغیر نماز (میت) کے نہ چھوڑو۔ (من لایحضرہ الفقیہ جلد اول۔ صفحہ ۸۷)

(۴) امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا، کیا شراب خوار، زانی، اور چور کی میت پر بھی نماز جنازہ پڑھی جائے۔؟ فرمایا ہاں۔ (من لایحضرہ الفقیہ۔ جلد اول صفحہ ۸۷)

موت کے بیان میں۔

(۱) فرمایا امام محمد باقر علیہ السلام نے، مومن ہر بلا میں مبتلا ہوتا ہے اور ہر

طرح کی موت مرتا ہے لیکن وہ خود کشی نہیں کرتا۔(فروع کافی جلد اول ۲۷۰)

(۲) فرمایا حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے، اللہ مومن کو ہر بلا میں ہتلا کرتا ہے اور ہر طرح کی موت دیتا ہے لیکن سلب عقل کی مصیبت میں ہتلا نہیں کرتا حضرت ایوب علیہ السلام کے مال، اولاد اور اہل و عیال، ہر شئے پر شیطان کا تسلط ہوا لیکن ان کی عقل پر تسلط نہ پاسکا۔ کیونکہ وہ اس (عقل) سے اللہ کی توحید کا یقین رکھتے تھے۔(فروع کافی جلد اول۔ صفحہ ۲۷۱)

(۳) اور امام علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ چھ چیزوں کا فائدہ مومن کو اس کی وفات کے بعد بھی ملتا ہے۔وہ فرزند جو اس کے لئے استغفار کرتا ہے۔جسے وہ چھوڑ کر مرا ہے۔وہ درخت جو اس نے لگایا ہے۔وہ کار خیر جو اس سے یا اس کی مدد سے جاری ہوا ہے۔وہ کنواں جو اس نے بنوایا ہے۔وہ سنت (عمل خیر) جو اس نے جاری کی اور جو اس کے بعد بھی اختیار کی جاتی ہے۔(من لایحضرہ الفقیہ۔جلد اول۔ صفحہ ۱۰۰)

(۴) اور یہ بھی فرمایا، مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر کسی میت کی طرف سے عمل صالح کرے گا تو اس کو (اس عمل صالح کا) دگنا ثواب ملے گا اور اللہ تعالیٰ اس (عمل صالح) سے میت کو بھی فائدہ پہنچائے گا۔اور یہ بھی فرمایا کہ نماز، روزہ، حج۔ صدقہ نیکی اور دعا، جو کچھ میت کے لئے کیا جاتا ہے وہ سب میت کی قبر میں پہنچتا ہے اور اس کا ثواب جس نے یہ (اعمال صالح) کئے ہیں اس کے لئے اور میت کے لئے لکھا جاتا ہے۔(من لایحضرہ الفقیہ۔جلد اول۔ صفحہ ۱۰۰)

(۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ، میت کا اکرام و احترام یہ ہے کہ اس کے کفن و دفن میں جلدی کی جائے۔(من لایحضرہ الفقیہ۔جلد اول۔ صفحہ ۷۰)

(۶) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جس وقت حضرت جعفر ابن ابو طالب (حضرت جعفر طیار) شہید ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا سے فرمایا کہ تم اسماء بنت عمیس (زوجہ حضرت جعفر طیار) اور ان کی عورتوں کے پاس تعزیت کے لئے جاؤ اور ان کے لئے تین دن تک کھانا تیار کر کے بھیجو۔چنانچہ یہ سنت جاری ہو گئی۔(من لایحضرہ الفقیہ۔جلد اول۔ صفحہ ۹۹)

(۷) اسحٰق ابن عمار نے حضرت ابو الحسن، امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ، کیا (مرنے والا) مومن اپنے اہل و عیال کو دیکھنے آتا ہے۔آپ نے فرمایا، ہاں۔اس نے عرض کیا، کتنے دن میں۔آپ نے فرمایا۔یہ اس کے فضائل پر منحصر ہے۔کوئی ان میں سے روزانہ (اپنے اہل و عیال کو) دیکھنے آتا ہے۔کوئی دو دن میں اور کوئی ہر تیسرے دن۔راوی کہتا ہے کہ میں نے آپ کے سلسلہ کلام سے یہ سمجھا کہ کم از کم ہر جمعہ کو (مرحوم مومن کی روح اپنے اہل و عیال کو دیکھنے آتی ہے)

راوی نے پوچھا۔کس وقت۔آپ نے فرمایا، زوال آفتاب کے وقت یا اس سے ذرا پہلے۔(من لایحضرہ الفقیہ۔جلد اول۔ صفحہ ۹۸)

(۸) فرمایا حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے، جب تم میت کو دفن کر دو (قبر میں اتارو) تو ایک سمجھ دار آدمی قبر میں اترے اور اس کے سرہانے جا کر اس کا داہنا رخسار کھول کر زمین پر رکھ دے اور کہے۔

اسمع، افھم یا فلاں ابن فلاں (تین بار)، (پھر کہے) **اللہ ربک و محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم) نبیک والاسلام دینک فلان امامک و فلان امامک** (اسمائے گرامی ائمہ علیہم السلام) **ثلاث مرة هذا التلقين.**

(اللہ تیرا رب ہے۔محمد تیرے نبی ہیں۔اسلام تیرا دین ہے اور فلاں فلاں (اسمائے گرامی ائمہ علیہم السلام) تیرے امام ہیں۔اسمع وافھم (تین بار اعادہ کرے)

(فروع کافی۔جلد اول۔ صفحہ ۳۴۹)

(۹) میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے سنا کہ فرمایا، اپنی میت کو قبر میں منکر و نکیر کے آنے تک تنہا نہ چھوڑو۔ میں نے کہا۔ پھر کیا کیا جائے فرمایا۔ جب سب لوگ چلے جائیں تو ایک بہتر آدمی کو قبر کے پاس چھوڑا جائے اور وہ اپنا چہرہ قبر کے سرہانے رکھ کر بلند آواز سے کہے۔ اے فلاں ابن فلاں (یا اے فلانہ بنت فلاں)

هل انت علی العهدالذی فارقتنا علیه من شهادة ان لا اله الا وحده لا شریک له، ان محمداً صلی الله علیه وآله وسلم عبده و رسوله سیدالنبیین و خاتم المرسلین و ان علیاً امیرالمومنین و سیدالوصین وان ما جاء به محمد (صلی الله علیه وآله وسلم) حق و ان الموت حق و ان البعث حق و ان الله یبعث من القبور. (فروع کافی. جلداول. صفحه ۳۲۱)

(۱۰) ہشام ابن حکیم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت موسیٰ ابن جعفر صادق علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ قبل از دفن بھی تعزیت ادا کر رہے ہیں اور بعد دفن بھی۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کے بعد دفن (ورثا. میت سے) تعزیت مستحب ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ تعزیت کے لئے یہ بھی کافی ہے کہ صاحب مصیبت (وارث میت) تم کو دیکھ لے۔ (من لایحضرہ الفقیہ۔ جلد اول۔ صفحہ ۹۳)

(۱۱) حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا، جو مومن کسی مرد مومن کی قبر کی زیارت کو جائے اور وہاں سورۃ انا انزلناہ لیلۃ القدر سات مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا اور صاحب قبر کو بھی بخش دے گا۔ (من لایحضرہ الفقیہ۔ جلد اول۔ صفحہ ۹۸)

روزہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک مرتبہ علی بن عبدالعزیز سے فرمایا کیا میں تمہیں اسلام کی جڑ، اس کی شاخ، اس کی چوٹی اور اس کی بلندی بتاؤں۔ اس نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ آپ نے فرمایا۔ اس (اسلام) کی جڑ نماز ہے۔ اس کی شاخ زکوٰۃ ہے اور اس کی چوٹی (بلندی) جہاد ہے۔ کیا میں تمہیں نیکیوں کے دروازے بتاؤں۔ سنو، روزہ جہنم سے بچنے کی سپر ہے۔ نیز آپ نے قول خدا (آیت)

واستعینوا باالصبر والصلوة (سورہ بقرہ ۴۵)

(صبر و صلوۃ کے ذریعہ مدد حاصل کرو) کے متعلق فرمایا کہ یہاں صبر سے مراد روزہ ہے (من لایحضرہ الفقیہ۔ جلد ۲۔ صفحہ ۴۱)

(۲) حضرت امام محمد باقر علیہ لسلام نے جابر سے ارشاد فرمایا، اے جابر جس شخص کے لئے یہ ماہ رمضان وارد ہو، اور وہ دن میں روزہ رکھے اور شب کو اوراد و وظائف میں مشغول رہے اور اپنی شرمگاہ اور اپنی زبان کی حفاظت کرے (بری باتوں سے) چشم پوشی کرے اور ایذار سانی سے باز رہے تو وہ گناہوں سے اس طرح نکل جائے گا جیسے کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ سے (ابھی) پیدا ہوا ہے (اور گناہوں سے پاک ہے) جابر نے عرض کیا، میں آپ پر قربان یہ حدیث کتنی اچھی ہے آپ نے فرمایا (لیکن) اس میں کتنی شدید شرط ہے۔ (من لایحضرہ الفقیہ۔ جلد ۲۔ صفحہ ۵۶)

(۳) فرمایا حضرت بو جعفر علیہ لسلام نے کہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے متوجہ ہو کر فرمایا۔ لوگو جب رمضان کا چاند نکلتا ہے تو سرکش شیاطین کو بند کر دیا جاتا ہے (نفس امارہ کی خواہشیں رک جاتی ہیں) اور آسمان و جنت و رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ دعائیں قبول ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر افطار کے وقت اپنے بندوں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے اور ہر شب ایک منادی ندا کرتا ہے۔ ہے کوئی سوال کرنے والا، ہے کوئی استغفار کرنے والا اور کہنے والا۔ یا اللہ ہر خرچ کرنے والے کو (اس کا) بدلہ

دے اور ہر بخیل کے مال کو تلف کر دے ۔ جب ماہ شوال (عید) کا چاند نمودار ہوتا ہے تو مومنوں کو ندا دی جاتی ہے ۔ صبح کرو اپنے انعامات کے لئے ۔ یہ انعام کا دن ہے امام علیہ السلام نے فرمایا، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، یہ انعام درہم و دینار کا نہیں ۔ (فروع کافی ۔ جلد ۳ ۔ صفحہ ۲۱۵)

(۴) شعبان کے ایک تہائی دن باقی تھے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے بلال سے فرمایا لوگوں کو بلاؤ ۔ جب سب جمع ہوگئے تو آپ نے منبر پر جا کر حمد و ثنائے الٰہی کے بعد (ماہ رمضان کے متعلق) فرمایا، لوگو یہ وہ مہینہ ہے جسے اللہ نے تم سے مخصوص کیا ہے اور وہ تمام مہینوں کا سردار ہے ۔ اس کی ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے ۔ دوزخ کے دروازے اس (مہینے) میں بند ہو جاتے ہیں اور جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں ۔ جو اس مہینے کو پالے اور وہ دعائے مغفرت نہ کرے تو خدا اسے اپنی رحمت سے دور رکھتا ہے اور جو (اس مہینے میں) والدین کے لئے دعائے مغفرت نہ کرے وہ بھی رحمت خدا سے دور رہتا ہے اور جو میرا ذکر سنے اور مجھ پر درود نہ بھیجے وہ بھی رحمت خدا سے دور رہتا ہے ۔ (فروع کافی ۔ جلد ۳ ۔ صفحہ ۲۱۵)

(۵) ۔ اور حضرت ابو الحسن امام ابن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے محمد بن سنان کے مسائل کے جواب میں جو کچھ تحریر فرمایا، اس کے اندر روزہ کا یہ سبب بھی تحریر فرمایا کہ انسان بھوک اور پیاس کا مزہ چکھ کر خود کو ذلیل اور مسکین سمجھے تو اسے اس کا ثواب دیا جائے ۔ اس کا احتساب ہو وہ اس روزے کی تکلیف کو برداشت کرے اور یہ چیز اس کے لئے آخرت کی سختیوں کی طرف رہنما ہو ۔ نیز اس کی خواہشات میں کمی ہو اور عاجزی پیدا ہو ۔ دنیا میں اس کو نصیحت ملتی رہے اور آخرت کی سختیوں کی نشان دہی ہوتی رہے اور اسے علم ہو کہ دنیا میں فقیر و مسکین کیا کیا سختیاں برداشت کرتے ہیں ۔ (من لا یحضرہ الفقیہ ۔ جلد ۲ ۔ صفحہ ۳۹)

(۶) ۔ محمد بن مسلم اور زرارہ بن اعین نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

سے یوم عاشورہ (دس محرم) کے روزے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ۔ اس دن کا روزہ رمضان کے روزوں کے حکم سے پہلے تھا مگر جب رمضان کے روزوں کا حکم نازل ہوا تو اسے ترک کر دیا گیا ۔ (الاستبصار ۔ جلد ۲ ۔ صفحہ ۲۳)

(۷) ۔ حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا، جب سورج غروب ہو جائے تو افطار واجب ہے ۔ چاہیئے کہ قبلہ کے مقابل کھڑا ہو اور دیکھے اس سرخی کو جو جانب مشرق بلند ہو ۔ جب وہ سر پر سے ہٹ کر جانب مغرب جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ افطار کرنا واجب ہے (فروع کافی ۔ جلد ۳ ۔ صفحہ ۱۵۹)

(۸) ۔ حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ، افطار قبل نماز ہو یا بعد نماز، فرمایا اگر کچھ لوگ اس کے ساتھ ہوں اور اس کا اندیشہ ہو کہ ان کے کھانے میں دیر ہو جائے گی تو قبل نماز افطار کرلے ورنہ نماز پڑھ کر افطار کرے ۔ (فروع کافی ۔ جلد ۳ ۔ صفحہ ۲۵۹)

(۹) ۔ محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ، جب تم روزہ رکھو تو چاہیئے کہ تمہارے کان، تمہاری آنکھیں، تمہارا ہر ایک بال اور تمہاری جلد بھی روزہ رکھے ۔ اور اس طرح آپ نے بہت سی چیزوں کو گنوایا ۔ نیز فرمایا کہ تمہارا روزے کا دن بغیر روزے کے دن جیسا نہ ہونا چاہیئے ۔ (من لا یحضرہ الفقیہ ۔ جلد ۲ ۔ صفحہ ۶۵)

(۱۰) ۔ حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فطرہ کے متعلق فرمایا کہ جو لوگ تمہارے عیال میں شامل ہوں، خواہ آزاد ہوں یا غلام ان میں سے ہر ایک کا فطرہ دینا ہوگا، قبل نماز فطرہ دینا افضل ہے بعد نماز فطرہ دینے سے ۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ہر چھوٹے بڑے، آزاد و غلام، ہر انسان کا ایک صاع (سوا تین سیر) گندم، چھوارہ یا منقیٰ ہے ۔ (الاستبصار ۔ جلد ۲ ۔ ۲۶) (فروع کافی جلد ۳ ۔ صفحہ ۳۴۳)

(۱۱) ۔ کسی نے حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام سے فطرہ کے متعلق پوچھا کہ، کیا

ایک دن قبل دیا جاسکتا ہے ۔ فرمایا کیا مضائقہ ہے ۔ راوی نے پوچھا اگر جمع رکھ کر اس کی قیمت روپیہ کی صورت میں ایک مسلمان کو دیدی جائے؟ فرمایا کیا مضائقہ ہے اسی طرح کسی اور شخص نے پوچھا ایسا فقیر جس کو صدقہ دیا جاتا ہے کیا اس پر بھی صدقہ فطرہ ہے ۔ فرمایا ۔ ہاں ۔ وہ اس میں سے دے جو اس کو ملا ہے (فروع کافی ۔ جلد ۳ ۳۲۳)

(۱۲) ۔ فرمایا حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے ، روز عید الفطر نماز کو جانے سے پہلے کچھ کھاؤ ۔ اور یہ بھی فرمایا کہ عید الفطر کو نماز سے پہلے اور عید الضحیٰ کو نماز کے بعد کھانا چاہیئے ۔ (فروع کافی جلد ۔ ۳ ۔ صفحہ ۳۵۶)

(۱۳) ۔ حضرت ابی جعفر علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ ، فطرہ کس کو دیا جائے ۔ فرمایا مومنین کو دیا جائے اور اگر مومن نہ ملے تو ضعیف الایمان کو دو اور اگر چاہو تو اپنے قرابت داروں کو دے دو (فروع کافی ۔ جلد ۳ ۔ ۳۶۳)

(۱۴) ۔ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے صوم عاشورہ (دس محرم کے روزے کے متعلق پوچھا گیا ۔ آپ نے فرمایا ۔ جو اس دن روزہ رکھے گا ۔ اس کا نصیب وہی ہوگا جو ابن زیاد کا (راوی کہتا ہے) میں نے پوچھا اس کا نصیب کیا ہوگا ۔ فرمایا ، دوزخ ، خدا ہمیں آتش دوزخ سے پناہ دے ۔ جو اس پر عمل کرے گا وہ آتش جہنم سے قریب ہوگا (فروع کافی ۔ جلد ۳ ۔ صفحہ ۳۲۳)

حج

(۱) ۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ، کعبہ کا نام کعبہ اس لئے رکھا گیا کہ یہ دنیا کے وسط (بیچ) میں ہے ۔ (من لایحضرہ الفقیہ ۔ جلد دوم ۔ صفحہ ۱۱۶)

(۲) ۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص کعبہ کے حق کو پہچانتے

ہوئے کعبہ کی طرف نظر کرے اور پھر ہم لوگوں (آل محمدؐ) کے حق اور ہماری حرمت کو بھی اسی طرح پہچانے جس طرح اس نے کعبہ کے حق اور حرمت کو پہچانا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف کر دے گا اور دنیا و آخرت میں اس کے لئے کافی ہوگا ۔ (من لایحضرہ فقیہ ۔ جلد دوم ۔ صفحہ ۱۳۴)

(۳) ۔ فرمایا حضرت علی ابن الحسن علیہ السلام نے کہ حج و عمرہ کرو کہ ان سے تمہارے بدن تندرست رہیں گے اور رزق وسیع ہوں گے اور تمہارے اہل و عیال کے خرچ میں کفایت ہوگی ۔ اور فرمایا ، حاجی کے گناہ بخش دئے جائیں گے ۔ جنت اس پر واجب ہوگی اور عمل کا نئے سرے سے آغاز ہوگا اور اس کے اہل و مال حفاظت میں رہیں گے ۔ (فروع کافی ۔ جلد ۴ ۔ صفحہ ۲۰۸)

(۴) ۔ فرمایا حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے جو کوئی مالدار ہو (حج کی استطاعت رکھتا ہو) اور حج کے موقعہ پر اسے کوئی مرض لاحق ہو جائے یا کوئی ایسا عذر ہو جس سے عند اللہ معذور ہو تو اسے چاہیئے اپنے بدلے حج کرائے ایسے شخص کو ، جس نے مال جمع نہ کیا ۔ غریب ہو (فروع کافی ۔ جلد چہارم ۔ صفحہ ۲۷۱)

(۵) ۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ، فرمایا حج نماز اور روزہ سے افضل ہے ۔ اس لئے کہ نماز پڑھنے والا ایک ساعت کے لئے اپنے اہل و عیال سے بے تعلق رہتا ہے اور روزہ دار اپنے اہل سے ایک دن ، جب تک کہ دن کی سفیدی ہے ۔ لیکن حاجی ، جسمانی طور پر دور رہتا ہے ۔ اپنے نفس کی قربانی دیتا ہے مال خرچ کرتا ہے اور طویل عرصے تک اپنے اہل سے غیبت اختیار کرتا ہے ۔ نہ اس کو کسی مالی منفعت کی امید ہوتی ہے اور نہ تجارت کرنے کے لئے جاتا ہے ۔ اور یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ نماز ایک ایسا فریضہ ہے کہ جو بیس (۲۰) حجوں سے بہتر ہے ۔ اور ایک حج اس گھر سے بہتر ہے جو سونے سے بھرا ہوا ہے ۔ (ان دو حدیثوں کے لکھنے کے بعد) مصنف علیہ الرحمہ حضرت شیخ صدوق لکھتے ہیں کہ یہ دونوں حدیثیں متفق ہیں ،

باہم مختلف و متضاد نہیں ہیں۔ اس لئے کہ حج میں نماز ہے اور نماز میں حج نہیں ہے۔ اس لئے حج اس صورت میں نماز سے افضل ہے۔ اور نماز فریضہ ان بیس (۲۰) حجوں سے افضل ہے جو نماز سے خالی ہوں۔

(من لایحضرہ الفقیہ۔ جلد دوم۔ صفحہ ۱۳۵)

(۶)۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ، ایک آدمی کسی دوسرے شخص کی طرف سے حج (بدل) کر رہا ہے۔ کیا اس کو بھی اس (حج کے ثواب میں سے) میں سے کچھ اجر و ثواب ملے گا۔ آپ نے فرمایا ایسا شخص جو کسی دوسرے کی طرف سے حج کر رہا ہے اس کو دس (۱۰) حج کا ثواب ملے گا (من لایحضرہ الفقیہ۔ جلد دوم۔ صفحہ ۱۳۵)

(۷)۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ، اہل قبور کو تمنا ہوگی کہ کاش دنیا و مافیہا کے عوض (نامہ۔ اعمال میں) ان کے پاس ایک حج ہوتا۔ اور یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ حج کرنے والا اور عمرہ کرنے والا، یہ دونوں جب واپس ہوتے ہیں تو ایسے ہوتے ہیں کہ جیسے وہ دونوں ابھی پیدا ہوئے ہیں، (اگر) ان میں سے ایک مرجاتا ہے تو اس بچے کی مانند ہوتا ہے جس کے ذمے کوئی گناہ نہ ہو۔ اور (اگر) دوسرا زندہ رہتا ہے تو اس طرح جیسے گناہوں سے بالکل محفوظ ہو (من لایحضرہ الفقیہ۔ جلد دوم۔ صفحہ ۱۳۷)

(۸)۔ حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا، جو بغیر حج کئے، بحالت صحت و مالداری، مرجائے گا تو اس کو روز قیامت اندھا اٹھایا جائے گا۔ (فروع کافی۔ جلد چہارم۔ صفحہ ۱۴۲)

(۹)۔ اور محمد ابن عثمان عمری سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ خدا کی قسم حضرت صاحب الامر علیہ السلام ہر سال حج میں موجود ہوتے ہیں۔ وہ لوگوں کو دیکھتے اور پہچانتے ہیں لیکن لوگ ان کو دیکھتے ہیں مگر پہچانتے نہیں (من لایحضرہ الفقیہ جلد دوم صفحہ ۲۹۰)

زیارات معصومین علیہم السلام

(۱) حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو شخص حج کے لئے مکہ آئے اور مدینہ میری زیارت کے لئے نہ آئے تو قیامت کے دن میں اس کے ساتھ بے رخی سے پیش آؤں گا۔ اور جو میری زیارت کے لئے آئے گا اس کی شفاعت مجھ پر لازم ہوگی۔ اور جس کی شفاعت مجھ پر لازم ہوگی اس کے لئے جنت بھی لازم ہوگی۔ (من لایحضرہ الفقیہ۔ جلد دوم۔ صفحہ ۳۲۵)

(۲)۔ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے جد حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ ناناجان، جو شخص آپ کی زیارت کرے اس کو کیا جزا ملے گی۔ آپ نے فرمایا، اے فرزند جو میری زیارت کو آئے، میری زندگی میں یا میرے مرنے کے بعد یا تمہارے پدر بزرگوار کی زیارت کرے یا تمہارے بھائی کی زیارت کرے یا تمہاری زیارت کرے تو مجھ پر فرض ہے کہ قیامت کے دن میں اس کی زیارت کو جاؤں اور اس کے گناہوں سے اس کی گلو خلاصی کراؤں (من لایحضرہ الفقیہ۔ جلد دوم۔ صفحہ ۳۳۵)

(۳)۔ اور حسن بن علی وشا نے حضرت امام ابوالحسن علی الرضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ہر امام کا اپنے ماننے والوں اور اپنے شیعوں کی گردن پر ایک عہد و حق ہوتا ہے اور اس عہد و حق کی وفا اور ادائیگی یہ ہے کہ ان کی قبروں کی زیارت کی جائے۔ اور جو شخص رغبت سے اور تصدیق عقیدہ امامت کا اظہار کرتے ہوئے ان کی زیارت کو جائے تو اس کے ائمہ، قیامت کے دن اس کی شفاعت فرمائیں گے۔ (من لایحضرہ الفقیہ۔ جلد دوم۔ صفحہ ۳۳۵، فروع کافی۔ جلد چہارم۔ صفحہ ۵۱۵)

(۴) ۔ محمد ابن مسلم نے حضرت امام ابو جعفر محمد بن علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ، ہمارے شیعوں سے کہدو کہ وہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کیا کریں ۔ اس لئے کہ جو شخص امام حسین علیہ السلام کی امامت کا منجانب اللہ ہونے کا اقرار کرتا ہے اس پر آپ کی زیارت لازم ہے ۔ نیز فرمایا کہ جو شخص قبر حسین علیہ السلام پر، آپ کے حق کو پہچانتے ہوئے، زیارت کو آتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا مقام اعلیٰ علیین میں قرار دیتا ہے (من لایحضرہ الفقیہ ۔ جلد دوم ۔ صفحہ ۳۳۷)

(۵) ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ، میرا ایک پارہ جگر خراسان میں دفن ہوگا، جو دکھ درد کا مارا اس کی زیارت کو جائے گا اللہ تعالیٰ اس کے دکھ درد کو دور کر دے گا ۔ اور جو کوئی گناہ گار اس کی زیارت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دیگا ۔ (من لایحضرہ الفقیہ ۔ جلد دوم ۔ صفحہ ۳۳۵)

(۶) ۔ ابن ابی عمیر نے ہشام سے روایت کی ہے، اس کا بیان ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ، جب تمہارے لئے دور دراز کا سفر مشقت کا باعث ہو تو اپنے گھر کی چھت پر (یا زیر سماں) دو رکعت نماز پڑھو اور ہماری قبروں کی سمت اشارہ کر کے سلام پڑھو ۔ وہ سلام ہم تک پہنچ جائے گا ۔ (من لایحضرہ الفقیہ ۔ جلد دوم ۔ صفحہ ۳۵۸)

زکوٰۃ

(۱) ۔ مبارک عقرقونی نے حضرت امام ابوالحسن موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ۔ زکوۃ فقراء کے رزق و روزی اور دولت مندوں کے اموال میں برکت اور اضافے کے لئے رکھی گئی ہے ۔ اور نیز یہ بھی فرمایا کہ تم لوگ زکوۃ ادا کر کے اپنے اموال کی حفاظت کرو ۔ (جس مال کی زکوۃ ادا ہوتی ہے وہ محفوظ

ہو جاتا ہے) (من لایحضرہ الفقیہ ۔ جلد دوم ۔ صفحہ ۱)

(۲) ۔ فرمایا امام محمد باقر علیہ السلام نے اللہ نے زکوٰۃ کو نماز کے ساتھ ساتھ ذکر کیا ہے ۔ فرمایا **اقیموا الصلوٰۃ و اتوا الزکوٰۃ** نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو ۔ پس جس نے زکوٰۃ نہ دی اس نے گویا نماز بھی نہیں پڑھی (فروع کافی ۔ جلد سوم ۔ صفحہ ۳۱)

(۳) ۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام سے، اس آیت **سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیٰمۃ** کے بارے پوچھا فرمایا، اے محمد جو شخص مال کی زکوٰہ سے کوئی شئے روکے گا، اللہ تعالی روز قیامت اس مال کو آگ کے ایک اژدھے کی صورت میں طوق بنا کر اس کی گردن میں ڈال دے گا ۔ اور وہ حساب سے فارغ ہونے تک اس کا گوشت نوچے گا ۔ اسی کے متعلق یہ قول باری تعالیٰ ہے ۔ سیطوقون ما بخلوا ۔۔۔ الخ (فروع کافی ۔ جلد سوم صفحہ ۲۹)

(۴) ۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے عمار بن موسیٰ ساباطی سے ارشاد فرمایا کہ، اے عمار کیا تم بہت مالدار ہو ۔ اس نے کہا جی ہاں ۔ میں آپ پر قربان، فرمایا پھر اللہ نے تم پر جو زکوٰۃ فرض کی ہے اس کو ادا کرتے ہو ۔ اس نے عرض کیا جی ہاں، فرمایا تم اپنے مال سے حق معصوم نکالتے ہو ۔ اس نے عرض کیا جی ہاں، فرمایا کیا تم اپنے قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کرتے ہو، اس نے کہا ۔ جی ہاں فرمایا اپنے برادر مومن کے ساتھ بھی، اس نے کہا جی ہاں ۔ آپ نے فرمایا اے عمار مال فنا ہو جائے گا ۔ بدن بوسیدہ ہو جائیگا اور عمل باقی رہ جائے گا ۔ اور حساب لینے والا (ہمیشہ زندہ رہے گا ۔ وہ کبھی نہ مرے گا ۔ اور اے عمار لیکن وہ مال جو (کار خیر میں صرف کر کے) آگے بھیج چکے ہو وہ تم کو چھوڑ کر کسی دوسرے کے پاس نہیں جا سکتا ۔ اور جو مال دنیا میں چھوڑ کر جاؤ گے وہ تمہیں (کبھی) نہیں مل سکتا (من لایحضرہ الفقیہ ۔ جلد دوم ۔ صفحہ ۲)

(۴) ۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ اللہ نے ہر ہزار پر پچیس (۲۵) کا نصاب کیوں قرار دیا ہے ۔ تمیں (۳۰) کیوں نہیں کیا ۔ فرمایا اللہ نے ہر ہزار پر زکوٰۃ پچیس یوں رکھی ہے کہ یہ تعداد فقرا (کی ضروریات) کے لئے کافی ہے ۔ کاش لوگ اپنے مال کی زکوٰۃ نکالتے ۔ (فروع کافی ۔ جلد سوم ۔ صفحہ ۴۳)

(۵) ۔ حسن بن محبوب نے عبد اللہ بن سنان سے روایت کی ہے، اس کا بیان ہے کہ ، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ آیت زکوٰۃ **خذمن اموالھم صدقتہ تطھرھم وتزکیھم بھا** (تم ان کے اموال میں سے زکوٰۃ لو اور اس کی بدولت ان کو گناہوں سے پاک کرو اور انھیں صاف ستھرا کرو) (سورۃ توبہ آیت نمبر ۴۳)

ماہ رمضان میں نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے اپنے منادی کو حکم دیا کہ لوگوں میں اس امر (حکم) کی منادی کردو کہ اللہ تبارک تعالیٰ نے تم لوگوں پر زکوٰۃ بھی اسی طرح واجب کر دی ہے ۔ جس طرح نماز واجب کی ہے سونے چاندی، اونٹ، بیل، گائے، بھیڑ، بکری، جو، گیہوں، کھجور، اور (کشمش) منقیٰ پر اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ فرض کی ہے اور ان لوگوں میں یہ منادی ماہ رمضان میں کی گئی اور مذکورہ چیزوں کے علاوہ تمام چیزوں میں ان کو معافی دی گئی ۔ آپؐ نے فرمایا کہ پھر ان لوگوں کے اموال میں سے کسی چیز میں تعرض نہیں کیا گیا ۔ یہاں تک کہ آئندہ ایک سال گذر گیا تو ان لوگوں نے روزہ رکھا ۔ افطار کیا تو آنحضرتؐ نے پھر اپنے منادی کو حکم دیا کہ مسلمانوں میں ندا کردو کہ ، اے مسلمانو تم لوگ اپنے اموال میں سے زکوٰۃ ادا کرو تاکہ تمہاری نمازیں قبول کر لی جائیں ۔ (الاستبصار ۔ جلد دوم ۔ صفحہ ۲) (من لا یحضرہ الفقیہ ۔ جلد دوم ۔ صفحہ ۶ اور ۷)

(۶) ۔ فرمایا حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے، چاندی اور سونے پر بیس دینار

[illegible] اس سے کم پر کوئی زکوٰۃ نہیں (فروع کافی ۔ جلد سوم ۔ صفحہ ۴۵)

(۷) ۔ راوی کہتا ہے، میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے پوچھا کہ میں بسااوقات [illegible] میں زکوٰۃ تقسیم کرتا ہوں اور ان کو پہنچاتا ہوں پس میں کس صورت سے [illegible] کروں ۔ فرمایا ان کو فضیلت دی جائے جو بلحاظ ہجرت فی الدین اور بہ لحاظ عقل [illegible] ہوں ۔ (فروع کافی ۔ جلد سوم ۔ صفحہ ۹۳)

(۸) ۔ عاصم بن حمید نے ابی بصیر سے روایت کی ہے ۔ ان کا بیان ہے کہ، میں نے ایک مرتبہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ ، ایک شخص ہمارے اصحاب میں سے ہے جس کو رقم زکوٰۃ لینے سے حیا اور شرم دامن گیر ہے ۔ تو کیا اس کو [illegible] ہی دے دی جائے اور اس کو یہ نہ بتایا جائے کہ یہ رقم زکوٰۃ ہے ۔ تب آپ نے فرمایا کہ ، ایسا ہی کرو ۔ زکوٰۃ کا نام لے کر اس مرد مومن کو ذلیل نہ کرو ۔ (من لا یحضرہ الفقیہ ۔ جلد دوم ۔ صفحہ ۶)

(۹) ۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، اگر تم نے کسی شخص سے کوئی مال قرض لیا اور وہ مال تمہارے پاس پورے ایک سال رہ گیا تو تم پر اس کی زکوٰۃ لازم ہے ۔ اور تم اپنے مال کی زکوٰۃ اہل ولایت (شیعہ اثنا عشری) کے سوا کسی غیر کو نہ دو ۔ اور اہل ولایت میں سے، اپنے ماں باپ، اپنی اولاد، اپنے شوہر، اپنی زوجہ اپنے غلام، اپنے دادا، دادی اور ہر اس شخص کو نہ دو جس کا نان و نفقہ تمہارے ذمے واجب ہے ۔ اور کوئی حرج نہیں اگر اپنے مال کی زکوٰۃ اپنے بھائی بہن، اپنے چچا اپنی پھوپی اپنے ماموں اور اپنی خالہ کو دے دو ۔ (من لا یحضرہ فقیہ ۔ جلد دوم ۔ صفحہ ۹)

(۱۰) ۔ میں نے ابوالحسن علیہ السلام سے زکوٰۃ کے متعلق پوچھا، کیا اس کو جو سوال نہیں کرتا، سوال کرنے والے پر فضیلت ہے ۔ فرمایا ۔ ہاں جو سوال نہیں کرتا، اسے سوال کرنے والے پر فضیلت ہے ۔ (فروع کافی ۔ جلد سوم ۔ صفحہ ۹۳)

(۱۱) ۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

سے پوچھا گیا، اس شخص کے متعلق جو گھر رکھتا ہو، نوکر یا غلام رکھتا ہو، کیا وہ زکوٰۃ لے لے ۔فرمایا۔ہاں ۔نوکر اور گھر مال نہیں کہ ان کو صرف کیا جائے ۔(فروع کافی ۔ جلد سوم ۔ صفحہ ۱۱۲)

(۱۲) ۔راوی کہتا ہے کہ، میں نے حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام سے کہا ۔جب کوئی شخص زکوٰۃ لے لے تو کیا وہ اس کے مال کی طرح ہو جاتی ہے ۔فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اموال اغنیا میں فقراء کا حق رکھا ہے ۔زکوٰۃ (یعنی اپنا فریضہ) ادا کر کے اغنیا (دولت مند) صاحب مدح نہیں ہو جاتے ۔(یعنی کوئی احسان نہیں کرتے) جب زکوٰۃ فقیر لے لے تو وہ بمنزلہ اس کے مال کے ہو جاتی ہے ۔جیسے چاہے خرچ کرے میں نے کہا چاہے شادی کرے یا حج ۔فرمایا ہاں ۔میں نے کہا، کیا زکوٰۃ سے حج کرنے والے کو وہی ثواب ملے گا جو صاحب مال کو ملتا ہے ۔فرمایا ہاں ۔(فروع کافی ۔جلد سوم ۔ صفحہ ۱۰۲)

(۱۳) حریز نے زرارہ اور محمد بن مسلم سے روایت کی ہے کہ ان دونوں نے، امام جعفر صادق علیہ اسلام سے عرض کیا، قول خدا،

انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیها والمولفته قلوبهم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل الله وابن السبیل فریضته من الله.

خیرات تو بس خاص فقیروں کا حق ہے اور محتاجوں کا اور زکوٰۃ وصول کرنے والے کارندوں کا اور ان کا جن کی تالیف قلب کی گئی اور جن کی گردنوں میں غلامی کا پھندا پڑا ہوا ہے (یعنی غلاموں کا) اور قرض داروں کا جو خود قرض ادا نہیں کر سکتے، اور اسے (زکوٰۃ کو) خدا کی راہ میں (جہاد) اور پردیسیوں (مسافروں) کی کفالت میں خرچ کرنا چاہیئے ۔یہ حقوق خدا کی طرف سے مقرر کئے ہوئے ہیں اور خدا بڑا واقف کار اور حکمت والا ہے۔(سورہ توبہ آیت ۶۰) (راوی نے اس آیت کو پڑھ کر پوچھا) اس کے لئے آپ کی نظر میں کیا ہے ۔کیا (زکوٰۃ) ان سب کو دی جانی چاہیئے جو امام کی معرفت

تک نہ رکھتے ہوں ۔آپ نے فرمایا ۔امام ان سب کو عطا کرے گا، اس لئے کہ یہ سب اس کی اطاعت کا اقرار کرتے ہیں ۔زرارہ نے عرض کیا ۔اگرچہ وہ سب اس کی معرفت بھی نہ رکھتے ہوں ۔آپ نے فرمایا ۔اے زرارہ اگر امام صرف ان ہی کو دے جو اس کی معرفت رکھتے ہیں تو پھر ہدایت کرنے کا موقع نہیں پائے گا، اس لئے وہ ان لوگوں کو بھی عطا کرتا ہے ۔تاکہ وہ دین کی طرف راغب ہوں اور اس پر ثابت قدم ہو جائیں ۔ لیکن تم اور تمہارے اصحاب صرف اسی کو رقم زکوٰۃ دیں جو معرفت (امام) رکھتا ہو ۔ لہذا تم مسلمانوں میں سے جس (مستحق زکوٰۃ) کو با معرفت پاؤ اسی کو دو، دوسروں کو نہ دو ۔(من لا یحضرہ الفقیہ ۔جلد دوم ۔ صفحہ ۲)

(۱۴) راوی نے ابو عبد اللہ علیہ السلام سے پوچھا ۔کون سا صدقہ بنی ہاشم (سادات) پر حرام ہے ۔فرمایا ۔زکوٰۃ ۔میں نے پوچھا ۔یہ لوگ ایک دوسرے کا صدقہ تو لے سکتے ہیں ۔فرمایا ہاں ۔(فروع کافی ۔جلد ۳ ۔ صفحہ ۲۰۴)

(۱۵) راوی کہتا ہے ۔میں نے حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام سے پوچھا، کیا شرابی کو زکوٰۃ کا کوئی حصہ دیا جائے ۔فرمایا ۔نہیں ۔(فروع کافی ۔جلد ۳ ۔ صفحہ ۱۱۳)

(۱۶) مفضل کہتے ہیں میں ابو عبد اللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے پوچھا ۔زکوٰۃ کتنے مال پر واجب ہوتی ہے ۔فرمایا ظاہری زکوٰۃ پوچھتے ہو یا باطنی ۔اس نے کہا ۔دونوں ۔فرمایا ۔ہزار پر پچیس ظاہری ہے ۔رہی باطنی تو جب تمہارا کوئی بھائی کسی چیز میں تمہاری طرف محتاج ہو تو اس کی حاجت بر لاؤ ۔(فروع کافی ۔جلد سوم ۔ صفحہ ۲۴)

(۱۷) ابن مسکان نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے بیان فرمایا، ایک مرتبہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ آلہٖ و سلم مسجد میں تشریف فرما تھے تو آپ نے پکار کر فرمایا ۔اے فلاں تم یہاں سے اٹھ جاو، اے فلاں تم یہاں سے اٹھ جاو ۔اس طرح آپ نے پانچ آدمیوں کو نام لے لے کر پکارا ۔اور فرمایا ۔تم لوگ

ہماری مسجد سے نکل جاو۔اس میں نماز نہ پڑھو۔جب کہ تم لوگ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے (من لایحضرہ الفقیہ۔جلد دوم۔صفحہ ۵)

(۱۸) عبداللہ ابن ہلال نے روایت کی ہے کہ، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جس شخص پر (بوجہ احتیاج و ناداری) زکوٰۃ لینا واجب ہے اور وہ زکوٰۃ لینے سے انکار کرے تو وہ بھی اسی کے مانند ہے جس پر زکوٰۃ دینا واجب ہے اور وہ زکوٰۃ دینے سے انکار کرتا ہے۔(من لایحضرہ الفقیہ۔جلد دوم۔صفحہ ۶)

(۱۹) ابو بصیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی۔ ہے کہ آپ نے فرمایا، جو شخص زکوٰۃ کی ایک قیراط (ایک پیسہ بھی) دینے سے انکار کرے وہ نہ مسلم ہے نہ مومن۔وہ مرتے وقت اس بات کی تمنا کرے گا کہ وہ دوبارہ دنیا میں پلٹا دیا جائے۔اسی (زکوٰۃ نہ دینے والے) کے متعلق اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

حتی اذا جاء احدهم الموت قال ربی ارجعون ____ الخ. یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئے گی تو وہ عرض کرے گا اے میرے پروردگار اب مجھے (کچھ دیر کے لئے) لوٹا دے تاکہ جو کچھ (مال) میں چھوڑ آیا ہوں اس میں سے کچھ نیکی کروں۔(کہا جائے گا کہ) ایسا نہیں ہو سکتا۔(سورۃ المومنون۔آیت نمبر ۹۹)(من لایحضرہ الفقیہ۔جلد دوم۔صفحہ ۵)

خمس

(۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، بے شک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جس نے ہم لوگوں پر صدقہ (زکوٰۃ کو) حرام کر دیا تو ہم لوگوں کے لئے خمس کا حکم نازل فرما دیا۔ہم لوگوں کو خمس دینا فرض ہے اور یہ ہم لوگوں (اہلبیت طاہرین) کے لئے اللہ کا کرم اور تحفہ ہے اور حلال ہے۔(من لایحضرہ الفقیہ۔جلد دوم۔صفحہ ۱۹)

(۲) حضرت امام رضا علیہ السلام نے خمس کے بارے میں سوال پر، جوابا تحریر فرمایا۔**بسم اللہ الرحمن الرحیم**۔اللہ بڑا فراخ دست اور کرم فرما ہے۔اس نے ہر اچھے عمل کے لئے جزا کی ضمانت دی ہے۔اور کوتاہی کرنے پر ثواب سے محرومی کا قاعدہ بنایا ہے۔کوئی مال اس وقت تک حلال نہیں ہوتا جب تک اللہ کے مقرر کئے ہوئے طریقوں سے جائز نہ قرار پائے۔خمس، ہمارے دینی امور، عائلی زندگی اور ہم سے وابستہ افراد کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے مالی کمک ہے۔ہم خمس کی آمدنی سے جفا پیشہ عناصر (ظالموں) کا مقابلہ کر کے اپنے عزو شرف کا تحفظ بھی کرتے ہیں۔بناء بریں، خمس کی ادائیگی میں کوئی رکاوٹ نہ پیدا ہونے دو اور اپنے آپ کو ہماری دعاؤں سے محروم نہ کرو۔خمس کی ادائیگی کو رزق کی کنجی جانو۔اس سے تمہارے گناہ بخشے جائیں گے۔اس کے علاوہ جس دن سب محتاج ہوں گے اس دن یہ ذخیرہ تمہارے کام آئے گا۔یاد رکھو مسلمان وہ ہے جو اللہ سے کئے ہوئے وعدے کو پورا کرے۔وہ مسلمان نہیں جو زبان سے اعتراف کرتا ہے مگر دل سے قول و قرار کا منکر ہو۔والسلام۔(تہذیب۔جلد ۱۔صفحہ ۳۸۹)(الاستبصار۔جلد ۲۔صفحہ ۳۴)

(۳) امام محمد تقی السلام نے تحریراً فرمایا، سال بھر کا خرچ نکالنے کے بعد جو بچے اس پر خمس واجب ہے۔(الاستبصار۔جلد ۲۔صفحہ ۵۵)

(۴) اور ذکر بن مالک جعفی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ، اللہ تعالیٰ کے اس قول (آیہ۔مبارکہ) کے متعلق،

و اعلموا انما غنمتم من شئی فان لله خمسه و للرسول ولذی القربی و الیتمیٰ والمسٰکین و ابن السبیل..الخ.

اور جان لو کہ جب کسی طرح کی غنیمت تمہارے ہاتھ آئے تو اس کا پانچواں حصہ اللہ کا اور رسول کا اور رسول کے قرابت داروں کا اور یتیموں اور مسکینوں کا اور

مسافروں کا حق ہے۔(سورۃ انفال۔آیت ۴۱) آپ نے فرمایا کہ اللہ کا پانچواں حصہ تو یہ رسولؐ کے لئے ہے اور وہ اسے راہ خدا میں صرف کریں گے اور رسول کا پانچواں حصہ، تو وہ رسولؐ کے اقربا کے لئے ہے اور ذی القربیٰ کا پانچواں حصہ تو وہ بھی رسولؐ کے اقربا کے لئے ہے یتامیٰ سے اہلبیت رسولؐ کے یتیم مراد ہیں تو یہ چاروں حصے رسولؐ کے قرابت داروں کے لئے ہیں۔اب رہ گئے مساکین اور ابن السبیل (مسافر) تو تم کو معلوم ہے کہ ہم لوگ صدقہ نہیں کھاتے اور یہ ہم لوگوں کے لئے حلال نہیں ہے پس یہ بھی لازماً ہمارے (سادات) مساکین اور ابن السبیل (مسافروں) کے لئے ہے۔(من لا یحضرہ الفقیہ۔جلد دوم۔صفحہ ۲۰)

(۵) ابو بصیر سے روایت کی گئی ہے کہ ان کا بیان ہے، کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ، کم سے کم وہ کیا چیز ہے جس کی وجہ سے بندہ جہنم میں داخل کیا جائے گا۔آپ نے فرمایا کہ، جو شخص یتیم کا مال ایک درہم بھی کھائے گا، اور ہم لوگ بھی یتیم ہیں۔(من لا یحضرہ الفقیہ۔جلد دوم۔صفحہ ۱۹)

(۶) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، آدمی کو چاہے غنیمت ملے یا تجارت سے کوئی فائدہ حاصل ہو۔ہر حال میں خمس دینا پڑے گا۔(تہذیب۔جلد اول۔صفحہ ۳۸۴)

(۷) حضرت ابو الحسن امام موسیٰ ابن جعفر علیہ اسلام سے ان چیزوں کے متعلق دریافت کیا گیا جو سمندر سے نکلتی ہیں۔جیسے موتی وغیرہ اور یاقوت اور زبرجد اور سونا اور چاندی وغیرہ جو اشیا. کان سے نکلتی ہیں، (پوچھا گیا کہ) کیا ان پر زکوٰۃ ہے۔آپ نے فرمایا، جب اس کی قیمت ایک دینار تک پہنچ جائے تو (اس پر زکوٰۃ نہیں) خمس ہے۔(من لا یحضرہ الفقیہ۔جلد دوم۔صفحہ ۱۹)

(۸) اور عبید اللہ بن علی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خزانے کے متعلق دریافت کیا کہ اس میں (خمس) کتنا ہے۔تو آپ نے فرمایا کہ اس میں خمس

(پانچواں حصہ) ہے۔پوچھا۔اور معدن میں کتنا ہے۔آپ نے فرمایا خمس (پانچواں حصہ) اور سیسہ اور پیتل و لوہا جو کچھ میدانوں سے نکلتا ہے اس میں سے کتنا ؟ فرمایا ان میں بھی اتنا ہی لیا جائے گا جتنا سونے) اور چاندی کی کان سے لیا جاتا ہے۔(من لا یحضرہ الفقیہ۔جلد دوم۔صفحہ ۱۹)

(۹) امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص نے آکر کہا یا امیر المومنین میں نے خوب مال کمایا اور اس بات کو نہیں دیکھا کہ حلال کیا ہے، حرام کیا ہے۔کیا میرے لئے توبہ کی کوئی شکل ہے۔آپ نے فرمایا۔اس مال کا خمس میرے پاس لاؤ۔اور وہ سارے مال کا پانچواں حصہ لایا تو آپ نے فرمایا۔اب وہ مال تمہارا ہے۔جب ایک شخص نے توبہ کر لی تو اس کے مال نے بھی توبہ کر لی۔(من لا یحضرہ الفقیہ۔جلد دوم۔صفحہ ۲۰)

(۱۰) احمد بن محمد بن نصر نے حضرت ابو الحسن امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے۔اس کا بیان ہے کہ میں نے آپ سے دریافت کیا کہ خزانے میں سے (کم سے کم کتنی رقم پر خمس واجب ہے۔آپ نے فرمایا کہ جتنی رقم پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اتنی ہی رقم پر خمس بھی واجب ہے۔(من لا یحضرہ الفقیہ۔جلد دوم۔صفحہ ۱۹)

(۱۱) محمد بن مسلم سے روایت ہے کہ حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا۔بے شک قیامت کا دن اس شخص کے لئے بہت سخت ہوگا جو روز قیامت خمس کے مسئلہ میں کھڑا کیا جائے گا۔پھر فرمایا۔اے پروردگار ہم پاک ہیں۔ہمارے شیعہ بھی پاک ہیں اور ان کی اولاد کو بھی (خمس کی ادائگی کے ذریعے) پاک ہونا چاہئے۔(الاستبصار۔جلد دوم۔صفحہ ۳۳)

(۱۲) عبد اللہ ابن بکیر نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ، (خدا کے فضل سے) میں اہل مدینہ میں سب سے زیادہ دولتمند ہوں۔(شاید استغنا. مراد ہو) مگر میں تم لوگوں میں سے کسی سے درہم قبول

کرتاہوں تو صرف اس لئے کہ تم لوگوں کی طہارت ہوجائے۔(من لایحضرہ الفقیہ ۔جلد دوم۔ صفحہ ۲۱)

(۳) ابن کثیر رقی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمام انسان ہمارے غصب کردہ حقوق سے زندگی بسر کر رہے ہیں لیکن ہم نے اپنے شیعوں کے لئے اسے حلال کر دیا ہے۔(خمس کی ادائیگی کے ذریعے۔ورنہ خمس ادا کئے بغیر زندگی بسر کرنا ائمہ کے غصب کردہ حقوق سے زندگی بسر کرنے کے مماثل ہے)۔(من لایحضرہ الفقیہ ۔جلد دوم۔ صفحہ ۲۱)

(۴) ابو عبیدہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا۔جو بھی کافر ذمی کسی مسلمان سے زمین خرید کرے تو اس (رقم) پر خمس ہے (من لایحضرہ الفقیہ ۔جلد دوم۔ صفحہ ۲۰)

جہاد

(۱) فرمایا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، جہاد کرو اور اپنی اولاد کو بزرگی کا مالک بناؤ۔(فروع کافی ۔جلد چہارم۔ صفحہ ۵۳۶)

(۲) امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ، اللہ نے فرض کیا ہے جہاد کو اور اس کو معظم قرار دیا ہے، اور اس کو مدد اور مددگار بنایا ہے دین کی اصلاح نہ ہوگی، بلکہ دین نہ ہوگا مگر اس (جہاد) سے ۔(فروع کافی ۔جلد چہارم۔ صفحہ ۵۳۶)

(۳) حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا، جو راہ خدا میں قتل ہو اس کا کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔(فروع کافی ۔جلد چہارم۔ صفحہ ۵۸۵)

(۴) حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا۔جہاد مرد اور عورت دونوں پر واجب ہے۔مرد کا جہاد یہ ہے کہ اپنے مال اور جان کو دیدے۔یہاں تک کہ قتل ہوجائے راہ خدا میں۔اور عورت کا جہاد یہ ہے کہ (اس) کے شوہر کو جو تکلیف پہنچے

(راہ خدا میں) اس پر صبر کرے اور غیرت دلائے۔(جہاد کے لئے) (فروع کافی ۔جلد چہارم۔ صفحہ ۵۳۶)

(۵) بشیر نے حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے کہا۔میں نے خواب میں آپ کو دیکھا اور کہا، (کیا) امام مفترض الطاعت (جس کی اطاعت فرض ہے) کے ساتھ ہوئے بغیر قتال (جہاد) حرام ہے۔جیسے مردار، خون اور سور کا گوشت حرام ہے۔آپ نے مجھ سے (خواب میں) فرمایا۔ہاں ایسا ہی ہے۔ہاں ایسا ہی ہے۔(دو بار) (یہ سن کر) فرمایا ہاں ایسا ہی ہے۔(فروع کافی ۔جلد چہارم۔ صفحہ ۵۴۳)

(۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ فوج بھیجی (جہاد کے لئے) جب وہ لوگ لوٹ کر آئے تو فرمایا۔مرحبا۔ان لوگوں کے لئے جو جہاد اصغر (چھوٹا جہاد) کرکے آئے اور (ان کے لئے) جہاد اکبر (بڑا جہاد) باقی رہا۔کسی نے پوچھا۔جہاد اکبر کیا ہے۔فرمایا۔جہاد نفس ۔(فروع کافی ۔جلد چہارم۔ صفحہ ۵۴۱)

(۷) عباد بصری مکہ معظمہ کے راستے میں امام زین العابدین علیہ السلام سے ملا اور کہنے لگا۔آپ نے جہاد اور اس کی صعوبت کو ترک کیا اور حج اور اس کی آسانی کو قبول کیا۔حالانکہ خدا فرماتا ہے۔" اللہ نے خرید لیا مومنین کی جانوں اور مالوں کو جنت کے عوض۔وہ راہ خدا میں قتال کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں۔اللہ نے یہ وعدہ توریت وانجیل وقرآن میں کیا ہے۔اور اللہ سے بڑھ کر وعدہ وفا کرنے والا کون ہے۔پس بشارت ہو اس بیع کے لئے جو تم نے کی۔اور یہ بڑی کامیابی ہے۔" (جب اس نے اس آیت کو یہاں تک پڑھ کر جہاد کو نہ جانے پر اعتراض کیا تو) امام علیہ السلام نے فرمایا۔اس آیت کو پورا پڑھو۔اس نے باقی آیت کو پڑھا۔" وہ توبہ کرنے والے ہیں۔عبادت کرنے والے ہیں۔حمد کرنے والے ہیں۔روزہ رکھنے والے ہیں۔امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے والے ہیں اور حدود الٰہیہ کی حفاظت کرنے والے ہیں۔(جب وہ پوری آیت پڑھ چکا تو) حضرت نے فرمایا اگر ہمیں ان صفتوں کے لوگ

مل جاتے تو ان کے ساتھ جہاد کرنا ضرور حج سے افضل ہوتا۔ (فروع کافی۔ جلد چہارم صفحہ ۵۵۵)

امر بالمعروف و نہی عن المنکر

(۱) سلیم بن قیس ہلالی سے روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے اپنے فرزند امام حسن علیہ السلام کو ایک طویل وصیت لکھوائی، جس کے آخر میں یہ بھی فرمایا۔ لوگوں سے اچھی بات کرنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو حکم دیا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو نہ چھوڑنا ورنہ تم لوگوں پر والی و حاکم ایسے لوگوں کو بناؤں گا جو تم سے (زیادہ) شریر اور بد ہیں۔ پھر اگر تم لوگ ان سے نجات کی دعا بھی کروگے تو قبول نہ ہوگی۔ (من لایحضرہ الفقیہ۔ جلد چہارم۔ صفحہ ۱۴۲)

(۲) فرمایا حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے، اپنے اوپر لازم کرلو، لوگوں کو قربۃً الی اللہ نصیحت کرنا۔ کہ پیش خدا اس سے بہتر عمل نہ ہوگا۔ (اصول کافی۔ جلد دوم۔ صفحہ ۱۸۴)

(۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا، اللہ تعالیٰ کے اس قول (آیت مبارک) کے متعلق۔ **لوا انفسکم و اہلیکم ...... الخ۔**
(اے ایمان والو۔ اپنے کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ۔) (سورۃ تحریم آیت ۶)
(اس آیت کے متعلق پوچھا گیا کہ) خود کو اور ان کو (یعنی اپنے اہل و عیال کو) کیسے بچایا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ انھیں نیکی کا حکم دو اور برائی سے منع کرو۔ تو عرض کیا گیا کہ ہم لوگ تو انھیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں۔ مگر وہ قبول نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا۔ جب تم نے انھیں نیکی کا حکم دیا اور انہیں برائی سے منع کیا تو جو فرض تھا تم نے ادا کردیا۔ (من لایحضرہ الفقیہ۔ جلد سوم۔ صفحہ ۲۴۰)

(۴) فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے، لوگوں کو نیکی کی طرف صرف

زبان سے نہ بلاؤ بلکہ اپنے عمل سے تاکہ تمھاری کوشش سچائی اور پرہیزگاری کو دیکھیں۔ (اور تمھاری بات قبول کریں)۔ (اصول کافی۔ جلد دوم۔ صفحہ ۱۳۶)

تولّا

قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ
(سورۃ الشوریٰ۔ آیت ۲۳)

(اے رسولؐ آپ ان مسلمانوں سے کہہ دیجئے، میں اپنی تبلیغ رسالت کی مزدوری تم سے کچھ بھی نہیں مانگتا، سوا اس کے کہ تم میرے قرابت داروں سے محبت رکھو۔ (سورۃ شوریٰ آیت ۲۳)

(۱) ابو حمزہ ثمالی سے روایت ہے کہ انھوں نے بیان کیا کہ حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام نے ہم لوگوں سے پوچھا کہ، بتاؤ زمین کا کون سا ٹکڑا سب سے افضل ہے۔ ہم لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ اور فرزند رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ سنو، زمین کا سب سے افضل ٹکڑا رکن و مقام (مقام ابراھیم و حرم کعبہ) کے درمیان ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص حضرت نوح علیہ السلام کی عمر کے برابر عمر پائے (جو پچاس کم ایک ہزار سال اپنی قوم میں رہے) اور دن کو روزہ رکھے اور شب کو اس جگہ (رکن و مقام ابراھیم کے درمیان) کھڑا ہو کر عبادت کرتا رہے پھر (لیکن) ہم لوگوں کی ولایت و دوستی کے بغیر اللہ سے ملاقات (یعنی انتقال) کرے تو یہ سب عبادتیں اس کو کوئی فائدہ نہ دیں گی۔ (من لایحضرہ فقیہ۔ جلد دوم۔ صفحہ ۱۳۹)

(۲) ابو حمزہ سے مروی ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا کہ آپ نے فرمایا، علیؑ (امام المشارق و المغارب) وہ دروازہ ہیں (اللہ کا) جس کو اللہ نے کھولا ہے۔ جو اس میں داخل ہوا (یعنی آپ کی امامت و اطاعت کو تسلیم کیا) وہ مومن ہے۔

اور جو اس سے خارج ہوا (یعنی آپ کی محبت و اطاعت سے انکار کیا) وہ کافر ہے اور جو نہ داخل ہوا اور نہ خارج (جس نے لاعلمی کی وجہ سے محبت و اطاعت کو اختیار نہ کیا) وہ اس طبقے میں ہے۔ جس کے متعلق خدا نے کہا ہے کہ، اس کے لئے میری مشیت چاہے بخشوں چاہے نہ بخشوں (اصول کافی۔ جلد اول۔ کتاب الحجت۔ صفحہ ۳۸۳۔

(۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ، حضرت علی کا دوست (شیعہ) حضرت علی کی تین مقامات پر زیارت کرے گا اور خوش ہو گا۔ موت کے وقت صراط پر اور حوض کوثر پر (من لایحضرہ فقیہ۔ جلد اول۔ صفحہ ۶۸)

(۴) ابو حمزہ ثمالی سے مروی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا خدا نے ہمیں علیین سے پیدا کیا اور ہمارے شیعوں کے قلوب کو بھی اسی مٹی سے پیدا کیا یہی وجہ ہے کہ ان کے قلوب ہماری طرف مائل ہیں کیونکہ وہ ہماری مٹی سے بنے ہیں۔ پھر یہ آیت تلاوت کی۔

وما ادراک ما علییون کتاب مرقوم یشھدالمقربون ۔۔الخ

(اور تم کیا جانو علیین کیا ہے وہ کتاب مرقوم ہے جس کے گواہ مقرب لوگ ہیں) (اس آیت کو یہاں تک تلاوت کرنے کے بعد فرمایا) اور ہمارے دشمن سجین سے پیدا کئے گئے ہیں اور ان (دشمنوں) کے مریدوں کے دل بھی ان ہی کی مٹی سے اور بدن بھی اسی کی مٹی سے، اسی لئے ان کے دل ان کی طرف مائل ہیں۔ پھر آیت پڑھی۔

کلا ان کتاب الفجار لفی سجیین ۔ وماادراک ماسجیین کتاب مرقوم......الخ

(کتاب فجار سجین میں ہے۔ اور تم کیا جانو سجین کیا ہے۔ وہ کتاب مرقوم ہے (اصول کافی۔ کتاب الحجت۔ جلد اول۔ صفحہ ۳۵۶)

(۵) حسن بن راشد نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی

ہے کہ ایک دن میں نے آپ سے عرض کیا کہ میں آپ پر قربان ؛ کیا مسلمانوں کے لئے ان دونوں عیدوں (عیدالضحیٰ و عیدالفطر) کے علاوہ کوئی اور عید بھی ہے ؟ آپ نے فرمایا، ہاں اے حسن اس سے زیادہ بڑی اور اس سے بھی زیادہ باشرف۔ میں نے عرض کیا وہ کس دن۔ آپ نے فرمایا، وہ دن کہ جس میں امیرالمومنین علیہ السلام خلیفہ رسولؐ مقرر ہوئے۔ میں نے عرض کیا، میں آپ پر قربان، وہ کس دن۔ فرمایا ایام گردش کرتے رہتے ہیں وہ ماہ ذی الحجہ کی اٹھارہ تاریخ تھی (الی آخر) (من لایحضرۃ الفقیہ۔ جلد دوم۔ صفحہ ۵۱)

(۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، یا علی، اسلام برہنہ ہے اس کا لباس حیا ہے۔ اس کی زینت وفا ہے۔ اس کی مروت عمل صالح ہے۔ اس کا ستون ورع و پرہیزگاری ہے۔ اور ہر شئے کی ایک بنیاد ہوتی ہے۔ اور اسلام کی بنیاد ہم اہلبیت کی محبت ہے۔ (من لایحضرۃ الفقیہ۔ جلد چہارم۔ صفحہ ۲۹۴)

(۷) امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ، مومن کسی حالت میں وفات پائے اور کسی دن، کسی ساعت میں اس کی روح قبض ہو، وہ صدیق و شہید ہوگا۔ اور میں نے اپنے حبیب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے۔ اگر کوئی مرد مومن دنیا سے اس طرح نکلے کہ اس پر تمام روئے زمین کے گناہوں کے برابر بوجھ ہو تو اس کی موت اس کے تمام گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔ پھر فرمایا۔ جو شخص لاالہ الااللہ، خلوص دل سے کہے وہ شرک سے بری ہے۔ اور جو دنیا سے اس طرح نکلے کہ اس نے اللہ کا کسی کو شریک نہ کیا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ پھر آپؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر مادون ذلک لمن یشاء

(اللہ تعالیٰ، اگر اس کے ساتھ شرک کیا جائے تو اسے ہرگز نہیں بخشے گا اور اس

کے علاوہ سب بخش دے گا جسے چاہے گا۔ (سورۃ النساء۔ آیت ۴۸) (اس آیت کو پڑھ کر فرمایا؛ یا علیؑ تمھارے شیعوں اور تم سے محبت کرنے والوں میں سے امیر المومنین نے فرمایا۔ (یہ ارشاد سن کر) میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ، یہ آیت میرے شیعوں کے لئے ہے۔ فرمایا، ہاں۔ قسم ہے پروردگار کی۔ یہ آیت تمھارے شیعوں ہی کے لئے ہے۔ یہ لوگ قیامت کے دن اپنی قبروں سے یہ کہتے ہوئے نکلیں گے،

لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ علی ابن ابی طالب حجۃ اللہ۔

ان کو نزع اکبر نہیں ستائے گا اور ان سے ملائیکہ ملاقات کر کے کہیں گے کہ یہ دن تم لوگوں کا ہے جس کا تم لوگوں سے وعدہ کیا گیا تھا۔ (من لایحضرہ الفقیہ۔ جلد چہارم۔ ۔ ۳۳۰ اور صفحہ ۳۰۱)

(۶) اور حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری مدینہ کے اندر انصار کی گلیوں میں گشت لگایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ، علیؑ بہترین بشر ہیں۔ جو اس سے انکار کرے وہ کافر ہے۔ اے گروہ انصار تم لوگ اپنی اولاد کو حضرت علیؑ کی محبت سکھاؤ۔ جو اس سے انکار کرے تو اس کی ماں کے حال پر نظر ڈالو۔ (من لایحضرہ الفقیہ۔ جلد سوم صفحہ ۲۹۷)

عزاداری۔

عزاداری۔ مصائب سید الشہداء کے متعلق اور مجالس عزائے معصومین کے ثواب عظیم کے متعلق بہت سی حدیثیں معصومین علیہم السلام سے روایت کی گئی ہیں شیخ ابو جعفر طوسی علیہ الرحمہ، مولف استبصار و تہذیب نے امالی میں لکھا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابان بن تغلب سے فرمایا، کسی شخص کا ان مظالم کو جو ہم پر کئے گئے ہیں، سن کر مغموم ہونا اور محزون ہونا تسبیح ہے اور پھر اس کا

غم و حزن کو ظاہر کرنا عبادت ہے۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ جو شخص ہمارے مصائب کا ذکر سن کر روئے اور اس کی آنکھ سے آنسو نکلے تو حق تعالیٰ دوزخ اس پر حرام کرے گا۔ اور حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ، مولف من لایحضرہ فقیہ نے امالی میں حضرت امام علی الرضا علیہ السلام کے اس ارشاد مبارک کو نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا، جو شخص یاد کرے ہماری مصیبتوں کو اور (تقاضائے مودت و محبت کے تحت) روئے ان مصیبتوں پر جو ہم پر گزریں، وہ شخص ہمارے ساتھ ہوگا، ہمارے درجہ میں روز قیامت۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جو شخص ہماری مصیبتوں کو یاد کر کے روئے اور رلائے تو اس دن اس کی آنکھیں نہ روئیں گی جس دن سب آنکھیں روتی ہوں گی۔ اور جو شخص (جذبہ۔ مودت و محبت کے تحت) ایسی مجلس میں بیٹھے کہ وہاں ہمارا ذکر ہوتا ہو تو اس کا دل اس دن نہ مرے گا جس دن سب دل مردہ ہوں گے۔ اور علامہ یعقوب کلینی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ،

راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام سے نویں اور دسویں محرم کے روزے کے متعلق پوچھا۔ فرمایا نویں محرم کو کربلا میں امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کا محاصرہ کیا گیا اور اہل شام کی فوجیں جمع ہوئیں اور ان لوگوں (دشمنان آل رسولؐ) نے ان پر چڑھائی کی اور خوش ہوئے۔ ابن زیاد اور عمر سعد نے اپنی فوج کی کثرت کے ذریعہ، امام حسین علیہ السلام اور ان کے اصحاب کو کمزور بنایا۔ اور ان کو یہ یقین تھا کہ امام حسینؑ کی مدد کو کوئی نہ آئے گا۔ اور اہل عراق ان کو کمزور سمجھ کر ان کی مدد نہ کریں گے اور عاشورہ (دس محرم) کا وہ دن ہے کہ اس دن امام حسین علیہ السلام اپنے اصحاب کے درمیان سر کٹائے پڑے تھے اور ان کے اصحاب کی لاشیں ان کے چاروں طرف تھیں تو کیا اس دن روزہ رکھنا چاہیئے۔ ہرگز نہیں۔ رب کعبہ کی قسم وہ روزہ کا دن نہیں، وہ رنج و مصیبت کا دن ہے۔ اس دن اہل سمٰوات و ارض اور تمام مومنین کو رنج کرنا چاہیئے۔ وہ خوشی کا دن تھا ابن

مرجانہ، اولاد زیاد اور اہل شام کے لئے ان پر ان کی اولاد پر اللہ کا غضب نازل ہو۔ یہ وہ دن ہے جس میں سوائے خطہ شام کے، روئے زمین کے تمام خطے روئے ہیں۔ جو اس دن (دسویں محرم کو) روزہ رکھے گا اور روزہ کے ذریعے برکت حاصل کرنا چاہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو مسوخ القلب محشور کرے گا اور جو کوئی اس روز کوئی شئے خرید کر ذخیرہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ نفاق کو تا روز قیامت اس کے دل میں پیدا کرے گا اور برکت کو اس سے اٹھالے گا اور اس کی اولاد اور خاندان والوں سے بھی۔ اور شیطان کو ان کے عمل میں شریک بنادے گا۔ (فروع کافی۔ جلد ۳۔ صفحہ ۲۲۳)

تبرّاء

فلماتبین لہ عدو اللہ تبرا منہ ان ابرھیم لاوٰہ حلیم .... الخ

(ترجمہ) جب کے ان (حضرت ابراہیم) پر کھل گیا کہ وہ (ان کا چچا) خدا کا دشمن ہے تو انہوں نے تبرا (اظہار بیزاری) کیا۔ بیشک ابراہیم بڑے نرم دل اور بردبار تھے (سورہ توبہ۔ آیت ۱۱۴)

تبرا کا مطلب اظہار بیزاری ہے۔ شیعہ حضرات (حکم خدا اور رسول کے مطابق تبرا کو واجب ضرور جانتے ہیں لیکن تبرا کے معنی صرف دشمنان خدا اور رسول و دشمنان آل رسول سے بیزاری کو سمجھتے ہیں۔ چنانچہ یہ آیت قرآن گواہ ہے جو حضرت ابراہیم نے اپنے چچا سے اس وقت تبرا یعنی اظہار بیزاری کیا جب کہ آپ کو معلوم ہوا کہ یہ دشمن خدا ہے۔ اور یہ تبرا اس لئے بھی واجب ہے کہ اللہ نے بھی اللہ اور رسول کو اذیت دینے والوں سے اظہار بیزاری بھی کیا اور ان پر لعنت بھی کی ہے جس پر قرآن مجید کی یہ آیت گواہ ہے۔

ان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعد لھم عذاباً مھینا

(بے شک جو لوگ خدا اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان پر خدا نے دنیا اور آخرت دونوں میں لعنت کی ہے اور ان کے لئے رسوائی کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (سورۃ احزاب۔ آیت ۵۷)

(۱) راوی کہتا ہے میں نے ابو عبداللہ علیہ السلام سے کہا۔ مجھے حدود ایمان سے آگاہ کیجئے۔ فرمایا۔ (حدود ایمان یہ ہیں) گواہی دینا اس کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور آنحضرتؐ جو کچھ خدا کی طرف سے لائے ہیں اس کا اقرار اور پنج گانہ نماز اور زکوۃ دینا اور ماہ رمضان کے روزے اور بیت اللہ کا حج اور ہمارے ولی کی ولایت کا اقرار اور ہمارے دشمنوں سے عداوت رکھنا اور صادقین کے ساتھ رہنا۔ (اصول کافی۔ جلد دوم۔ صفحہ ۳۰)

(۲) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام صفوان بن مہران جمال کو اپنے ساتھ نجف اشرف لے گئے اور آداب زیارت و طریقہ۔ زیارت امیر المومنین کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ پھر یہ بھی کہو۔

السلام علیک یا امیر المومنین و رحمتہ اللہ وبرکاتہ .....

الخ

سلام ہو آپ پر اے امیر المومنین اور اللہ کی رحمت و برکت ہو۔

سلام ہو آپ پر اے حبیب خدا۔ سلام ہو آپ پر اے برگزیدہ۔ خدا۔ سلام ہو آپ پر اے ولی۔ خدا۔ سلام ہو آپ پر اے حجت خدا۔ سلام ہو آپ پر اے دین کے ستون اور اولین و آخرین کے علم کے وارث اور (مومن و کافر کی پیشانی پر) مہر لگانے والے۔ اے صراط مستقیم۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے نماز قائم کی۔ زکوٰۃ دی۔ لوگوں کو نیکی کا حکم دیا اور برائی سے منع کیا۔ اور رسول کی اتباع کی۔ اور کتاب خدا کی تلاوت کی جو تلاوت کا حق ہے اور راہ خدا میں جہاد کا حق ادا کر دیا اور اللہ اور اس کے رسول لئے لوگوں کو ہدایت و نصیحت کی اور صبر و تحمل کرتے ہوئے دین الٰہی کی

طرف سے جہاد کرتے ہوئے اللہ کے رسول کی حفاظت کرتے رہے۔ اور اس کا جو اجر وثواب اللہ کے پاس ہے اس کے حصول کی کوشش کرتے ہوئے اور جو کچھ اللہ نے اس کا بدلہ دینے کا وعدہ کیا ہے اس کی خواہش کرتے ہوئے آپ نے اپنی جان نچھاور کر دی۔ اور جس عزم و ارادہ پر آپ تھے اسی پر قائم رہتے ہوئے آپ شہید اور شاہد اور مشہود ہو کر گزر گئے۔ پس اپنے رسول کی طرف سے اور اہل اسلام کی طرف سے اللہ آپ کو بہترین جزا عطا فرمائے۔ (اور) اللہ لعنت کرے اس پر جس نے آپ کو قتل کیا۔ اللہ لعنت کرے اس پر جس نے آپ کی مخالفت کی۔ اللہ لعنت کرے اس پر جس نے آپ پر افترا پردازی کی اور آپ پر ظلم کیا۔ اور اللہ لعنت کرے اس پر جس نے آپ کا حق غصب کیا اور اس پر جس کو اس کی خبر پہنچی اور وہ اس پر راضی رہا۔ میں اللہ کی بارگاہ میں ان سب سے برائت کا اظہار کرتا ہوں۔ (الی آخر) (من لا یحضرہ فقیہ۔ جلد دوم۔ صفحہ ۳۲۵)

(۳) فرمایا حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے، میں اپنے والد کے ساتھ کعبہ میں آیا انہوں (میرے والد) نے دونوں ستونوں کے درمیان قامتہ الحمرا، پر نماز پڑھی اور فرمایا یہی وہ جگہ ہے جہاں قوم نے یہ معاہدہ کیا تھا کہ اگر رسول اللہ صلعم کا انتقال ہو جائے تو امر خلافت کو اہلبیت (رسولؐ) میں سے کسی کی طرف ہرگز جانے نہ دینا۔ میں نے کہا وہ کون لوگ تھے ؟ فرمایا، اول و ثانی اور ابو عبیدہ ابن جراح اور سالم بن حبیبہ۔ (فروع کافی۔ جلد چہارم۔ صفحہ ۴۸۶)۔

مومن کی علامات اور اس کے صفات

(۱)۔ حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ ایک دن امیر المومنین خطبہ سنا رہے تھے کہ ایک شخص جو عابد و زاہد و مجتہد تھا، کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا۔ یا امیر المومنین، آپ مومن کے صفات اس طرح بیان کریں گویا ہم اس کو دیکھ رہے ہوں۔ (آپ نے اس کا نام لے کر) فرمایا (سنو) اے ہمام، جو مومن ہوتا ہے وہ زیرک و دانا ہوتا ہے۔ اس کا چہرہ بشاش لیکن دل حزن آگیں ہوتا ہے۔ اپنے نفس کو کمتر اور ہر فانی شئے کو حقیر سمجھتا ہے۔ وہ حریص ہوتا ہے ہر قسم کی نیکی پر۔ وہ نہ کینہ ور ہے نہ حاسد، نہ غیبت کرنے والا نہ لوگوں کے عیب ڈھونڈنے والا، سربلندی کو برا جانتا ہے اور ریا (دکھاوے) کو معیوب سمجھتا ہے۔ اس کا غم (سکرات و موت و عذاب قبر کے متعلق) طولانی ہوتا ہے۔ ارادے کا پختہ ہوتا ہے۔ خاموش زیادہ رہتا ہے۔ صاحب وقار ہوتا ہے۔ غصے میں آپے سے باہر نہیں ہوتا ذکر الہٰی کرنے والا اور صابر و شاکر ہوتا ہے۔ فکر آخرت میں مغموم رہتا ہے۔ اس کی طبیعت میں خشونت نہیں ہوتی۔ نرم طبیعت، وفائے عہد پر قائم رہنے والا ہوتا ہے۔ اپنے فقر میں خوش رہتا ہے۔ لوگوں کو اذیت نہیں دیتا، تہمت تراشی نہیں کرتا۔ کسی کی ہتک نہیں کرتا۔ اگر ہنستا ہے تو گلا نہیں پھاڑتا۔ اگر غصہ ہوتا ہے تو خفیف الحرکات نہیں بنتا۔ اس کا ہنسنا مسکرانا ہوتا ہے اس کا سوال علم کچھ سمجھنے کے لئے ہوتا ہے۔ اس کا علم زیادہ ہوتا ہے۔ بخیل نہیں ہوتا۔ کام میں جلدی نہیں کرتا۔ (ہر کام سوچ سمجھ کر کرتا ہے) کسی بات پر دل تنگ ہوتا ہے نہ کسی بات پر اتراتا ہے۔ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ مصائب کی برداشت میں اس کا نفس پتھر سے زیادہ سخت ہوتا ہے اور امور معاش میں اس کی سعی و کوشش شہد کی مکھی کی طرح میٹھی ہوتی ہے (یعنی کسی کے لئے باعث تکلیف نہیں

بنتا) اور ایسا حریص نہیں بنتا کہ دوسروں کے حق پر ہاتھ مارے ۔ نہ بیقراری ظاہر کرنے والا اور نہ سخت مزاج ۔ نہ شیخی باز اور نہ تکلیف پسند ۔ اگر غصہ آئے تب بھی عدل سے کام لیتا ہے ۔ وعدے کا پکا اور عہد کا پورا کرنے والا ہوتا ہے لوگوں پر مہربان، ان تک پہنچنے والا بردبار گم نامی میں بسر کرنے والا ۔ (یعنی اسے نام و نمود و شہرت کی خواہش نہیں ہوتی) ۔ اپنے اللہ سے راضی رہنے والا ۔ اپنی خواہشوں کے خلاف کرنے والا ۔ فضول باتوں سے اجتناب کرنے والا ۔ اپنے سے کمزور پر سختی نہ کرنے والا ۔ مومن دین کا ناصر ہوتا ہے اور مومنوں سے دفع ضرر کرنے والا ۔ (اپنی) مدح اسے اچھی نہیں لگتی اور طمع (کسی بھی چیز کی حرص) اس کے دل کو زخمی نہیں کرتی ۔ وہ دین حق کی تائید میں سب سے زیادہ بولنے والا اور دین کے لئے سب سے زیادہ کام کرنے والا عالم و دانا ہوتا ہے ۔ فحش گوئی نہیں کرتا، تند خو (تیز طبیعت) نہیں ہوتا ۔ دوستوں پر بغیر بار ہوئے ان سے تعلق رکھنے والا ۔ خرچ کرنے والا مگر اسراف سے بچنے والا ۔ نہ کسی سے حیلہ و فریب کرتا ہے اور نہ غداری ۔ کسی ایسی چیز کی پیروی نہیں کرتا جس سے کسی کا عیب ظاہر ہو ۔ دوسروں کی بھلائی کے لئے سعی و کوشش کرتا ہے کمزوروں کا مددگار اور مصیبت زدوں کی مصیبت کو دور کرنے والا ۔ وہ کسی کی پردہ داری نہیں کرتا ۔ اگر (کسی کی) نیکی دیکھتا ہے تو اس کا ذکر کرتا ہے اور اگر بدی دیکھتا ہے تو اسے چھپاتا ہے ۔ اس کو مصائب کا سامنا زیادہ ہوتا ہے مگر وہ حرف شکایت زبان پر نہیں لاتا ۔ لوگوں کے عذر خطا کو قبول کرتا ہے اور غلطی کو معاف کر دیتا ہے ۔ مومن وہ ہے جو امانت دار ہے ۔ پرہیزگار ہے ۔ عالم کو (یعنی تمام دنیا والوں کو) آخرت کی یاد دلانے والا اور جاہل کو تعلیم دینے والا ۔ وہ اپنے عیب کا جاننے والا ہے اور سمجھتا ہے کہ ہر نفس اس سے زیادہ صلاحیت رکھتا ہے ۔ وہ اس دنیا میں مسافرانہ زندگی بسر کرتا ہے، اپنے غم آخرت میں مشغول رہتا ہے اور خدا کے سوا کسی چیز پر بھروسہ نہیں رکھتا ۔ وہ تنہائی پسند ہے، نجات آخرت کے لئے محزون رہتا ہے ۔

(کسی سے) اپنے نفس کے لئے انتقام نہیں لیتا، بلکہ اس انتقام کو خدا پر چھوڑ دیتا ہے ۔ دشمن خدا سے دوستی نہیں کرتا ۔ اہل فقر کی صحبت میں بیٹھتا ہے اور راست گو لوگوں سے ملتا جلتا ہے ۔ اہل حق کا اور قرابت داروں کا مددگار، یتیموں کا باپ، بیواؤں کا نگہبان اور مصیبت زدوں پر مہربان ہے ۔ ہر مصیبت میں لوگوں کو اس سے مدد کی امید ہوتی ہے ۔ خوش رہنے والا تبسم کرنے والا اور غصے کا پینے والا ہوتا ہے ۔ اگر لوگ اس کا حق دبا لیتے ہیں تو صبر کرتا ہے ۔ وہ اپنی اطاعت میں اپنے رب کے سامنے اظہار عجز و نیاز کرنے والا ہے اور ہر حالت میں اس سے راضی رہتا ہے ۔ اس کے دل کا سکون فکر آخرت میں ہے ۔ خرچ کرنے والا ہے اور ظاہر و باطن ہر حالت میں نصیحت کرنے والا ہے ۔ برادر مومن سے ترک تعلق نہیں کرتا ۔ نہ اس کی غیبت کرتا ہے اور نہ اس سے مکر کرتا ہے ۔ جو چیز ہاتھ سے جاتی رہے اس پر افسوس نہیں کرتا اور جو مصیبت آتی ہے اس پر رنجیدہ نہیں ہوتا ۔ اس کے نفس میں قناعت ہوگی ۔ اس کا ہمسایہ اس سے پر امن ہوگا ۔ وہ خود رنج اٹھاتا رہتا ہے اور لوگ اس (کی وجہ) سے راحت میں رہتے ہیں ۔ اس کا لوگوں سے دور رہنا اظہار تکبر و عظمت کے لئے نہیں ہوتا اور نہ اس کا میل جول مکر و فریب کے لئے ہوتا ہے ۔

امیر المومنین کے اس خطبے کو سن کر ہمام نے ایک چیخ ماری (اور اس عبرت و نصیحت سے بھرپور کلام کو سن کر اس کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ) وہ مردہ ہو کر گر پڑا ۔ یہ دیکھ کر امیر المومنین نے فرمایا ۔ خدا کی قسم مجھے اس کے متعلق اسی بات کا خوف تھا اثر انگیز مواعظ کا اہل لوگوں پر ایسا ہی اثر ہوتا ہے ۔ اسی وقت کسی کہنے والے نے کہا یا امیر المومنین یہ آپ نے کیا کیا ۔ آپ نے فرمایا، ٹھہر جا ۔ گستاخانہ کلام نہ کر ۔ بے شک شیطان نے تیرے اندر پھونک ماری ہے جو میری زبان پر یہ الفاظ آئے ۔ (آگاہ ہو جا کہ) ہر ایک (نفس) کے لئے موت کا ایک وقت (معین) ہے ۔ جو گھٹتا ہے اور نہ بڑھتا ہے اور ہر ایک کے مرنے کا ایک سبب ہوتا ہے ۔ (اصول کافی ۔ جلد دوم ۔ صفحہ ۲۵۰، ۲۵۴

(۲) ۔فرمایا حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے، جو نیکی سے خوش ہو اور بدی کو برا جانے وہ مومن ہے ۔(اصول کافی ۔جلد دوم ۔ صفحہ ۲۵۷)

(۳) ۔فرمایا حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے، دین کے معاملے میں مومن کو قوت ہوتی ہے ۔وہ تحصیل علم دین میں حریص ہوتا اور ہدایت سے خوش ہوتا اور ہر حال میں نیکی پر قائم رہتا ہے ۔امر حق میں سخی ہے اور مالداری میں میانہ رو ہے ۔فاقہ میں اپنی شان باقی رکھتا ہے اور قدرت انتقام رکھنے کے باوجود معاف کر دیتا ہے ۔ خواہشات سے باز رہتا ہے اور زہد کی طرف رغبت رکھتا ہے ۔اور جہاد کا حریص ہے ۔ باوجود مصروفیت نماز ادا کرتا ہے ۔ سختی میں صبر کرتا ہے اور اضطراب کے عالم میں صاحب وقار ہوتا ہے ۔نہ غیبت کرتا ہے نہ تکبر اور نہ قطع رحم کرتا ہے اس کا شکم اسے رسوا نہیں کرتا اور نہ شرمگاہ اس پر غالب آتی ہے (نفسانی خواہشات سے مغلوب نہیں ہوتا) ۔وہ لوگوں سے حسد نہیں کرتا مظلوم کی مدد کرتا ہے مسکین پر رحم کرتا ہے ۔ (خود) اس کا نفس تکلیف میں رہتا ہے لیکن لوگ اس سے راحت میں رہتے ہیں ۔وہ عزت دنیا کی طرف راغب نہیں ہوتا اور نہ اس کی ذلت سے گھبراتا ہے (الی آخر) (اصول کافی ۔جلد دوم ۔ صفحہ ۲۵۵)

(۴) ۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین سے ارشاد فرمایا صاحبان ایمان کی بیس (۲۰) خصلتیں ہیں نہ اگر ان میں ایک بھی کم ہو تو ان کا ایمان کامل نہیں ۔ نماز میں حاضر ہوں ۔ زکوۃ کے ادا کرنے میں جلدی کریں ۔ مسکینوں کو کھانا کھلانے والے ہوں ۔یتیموں کے سر پر ہاتھ پھیرنے والے ہیں اور ستر پوشی کے لئے انھیں لباس پہنانے والے ہیں ۔جب بولتے ہیں تو سچ بولتے ہیں اور جب وعدہ کرتے ہیں تو اس کے خلاف نہیں کرتے ۔اگر امین بنائے جائیں تو خیانت نہیں کرتے ۔رات میں تارک الدنیا کی طرح ریاضت کرنے والے ، دن میں شیر جیسے ، یعنی برائیوں پر غالب ۔دن کو روزہ رکھتے ہیں ، رات بھر عبادت خدا کرتے ہیں ۔ اپنے

ہمسائے کو ستاتے نہیں دانستہ ان کے ہمسائے کو ان سے اذیت نہیں پہنچتی ۔ زمین پر ہلکے سے چلتے ہیں مومن کے قدم اٹھتے ہیں تو بیواؤں کی امداد کے لئے اور جنازوں کی مشائیعت کے لئے ۔ اللہ ہم سب کو متقیوں میں قرار دے ۔(اصول کافی ۔جلد دوم ۔ صفحہ ۲۵۶)

(۵) ۔ حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا، بچو، پست فطرت انسان سے جو اپنے کو شیعہ کہتا ہے ۔(پست فطرت آدمی اپنے کو شیعہ کہے تو دھوکہ مت کھاؤ) کیونکہ شیعہ علیؑ وہ ہے جس کا شکم اور شرم گاہ حرام سے محفوظ ہو اور اس کا جہاد نفس سخت ہو ۔ وہ جو عمل کرتا ہے خوشنودی خدا کے لئے کرتا ہے اور اسی سے ثواب پانے کی امیدیں رکھتا ہے اور اسی کے عذاب سے ڈرتا ہے ۔جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو تو سمجھ لو کہ یہی شیعہ جعفر (شیعہ جعفری) ہیں ۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ (اکثر) شیعہ علیؑ (تمہارے دینی بھائی) خالی شکم اور خشک لب ہوتے ہیں اور اپنے علم و حلم و زہد و ریاضت نفس سے پہچانے جاتے ہیں ۔ تم ان کی مدد کرو اپنی پرہیزگاری اور سعی و کوشش سے ۔(اصول کافی ۔جلد دوم ۔ صفحہ ۲۵۷)

(۵) ۔فرمایا حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے (مومن بندے پر) جتنی مصیبت زیادہ ہوگی اتنا ہی اجر زیادہ ہوگا ۔خدا جن لوگوں کو دوست رکھتا ہے ان کو مصیبت (آزمائش) میں ضرور مبتلا کرتا ہے ۔(اصول کافی ۔جلد دوم ۔ صفحہ ۲۷۶)

(۶) ۔فرمایا حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے مومن وہ ہے جس کا پیشہ پاک ہو ۔اس کی عادتیں اچھی ہوں ۔اپنے مال کا (اپنی) ضرورت سے زیادہ حصہ راہ خدا میں خرچ کرے ۔اور زیادہ کلام کرنے سے زبان کو روکے ۔اور لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں ۔اور اپنے نفس اور دوسرے لوگوں کے درمیان انصاف کرے ۔(اصول کافی)

فرمایا رسول اللہ صلعم نے ،اگر تم لوگوں سے مال و دولت کے ساتھ [illegible] نہیں [illegible] تو اچھے اخلاق سے تو پیش آو ۔ من لایحضرہ الفقیہ ۔جلد [illegible] ۔ صفحہ ۲۸۶)

(۷) ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بڑی مصیبت (کے صبر) کا بدلہ بھی بڑا ہوتا ہے ۔ جب اللہ کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو (بغرض امتحان صبر) سخت بلا میں مبتلا کرتا ہے ۔ پس جو اس پر راضی ہوگیا (جس نے صبر کے ساتھ مصیبت کو برداشت کیا) تو خدا بھی اس سے راضی ہوتا ہے اور جو خدا سے ناخوش ہوتا ہے تو خدا بھی اس سے ناراض رہتا ہے ۔ (اصول کافی ۔ جلد دوم ۔ صفحہ ۲۷۷)

(۸) ۔ ابی یعفور نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اپنے اس درد (اور اس غم) کی شکایت کی جو مستقل طور پر رہتے ہیں ۔ آپ نے فرمایا اے عبداللہ اگر مومن یہ جان لے کہ مصائب میں (یعنی مصیبتوں کو صبر کے ساتھ برداشت کرنے میں) اس کے لئے کیا کیا اجر ہیں ، تو ضرور وہ (اس اجر عظیم کو حاصل کرنے کے لئے) تمنا کرے گا کہ اس کا جسم قینچیوں سے کاٹ ڈالا جائے ۔ نیز آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اہل حق ہمیشہ سختی میں رہتے ہیں ۔ یہ سختی کم مدت رہتی ہے لیکن عافیت ان کی طویل ہوتی ہے ۔ (اصول کافی ۔ جلد دوم ۔ صفحہ ۲۷۸)

(۹) ۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا ، اللہ تعالیٰ مومن سے بلا و مصیبت کا معاہدہ اس طرح کرتا ہے جیسے کوئی شخص اپنے اہل سے بحالت غیبت (اپنے دور رہنے کی حالت میں) ہدیہ بھیجنے کا معاہدہ کرتا ہے ۔ (مومن بندہ کو بلا و مصیبت میں مبتلا کر کے) اللہ تعالیٰ مومن کو دنیا (یعنی دنیوی عیش و راحت) سے اسی طرح بچانا چاہتا ہے جیسے طبیب اپنے مریض کو پرہیز کی ہدایت کرتا ہے (اصول کافی ۔ جلد دوم ۔ صفحہ ۲۷۸)

(۱۰) حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا ۔ ہر وہ مال ملعون ہے جس کی زکوٰۃ نہ دی جائے اور ہر وہ جسم ملعون ہے جس کی زکوٰۃ نہ دی جائے ۔ اگرچہ ہر چالیس دن میں ایک بار ہی کیوں نہ ہو ۔ لوگوں نے پوچھا ۔ یا رسول اللہ (صلعم) زکوٰۃ

مال کو تو ہم سمجھ گئے لیکن زکوٰۃ جسم کیا چیز ہے ۔ فرمایا کسی آفت میں [illegible] کر لوگوں کے چہرے متغیر ہوگئے ۔ جب رسول اللہ صلعم نے ان کے رنگ [illegible] ہوئے دیکھے تو فرمایا ۔ تم سمجھے کہ اس کہنے سے کیا مراد ہے ۔ انھوں نے عرض کیا ، [illegible] فرمایا ۔ اس سے مراد وہ مصیبت ہے جو اسے (مومن کو) اچھی طرح جھنجھوڑ دے یا ایسی بلا جو اسے اوندھا کر دے ، یا کوئی لغزش جو پریشان کر دے ، یا کوئی بیماری لاحق ہو جائے یا حوادث روزگار کا کوئی جھٹکا پہنچے یا اسی طرح اور کوئی تکلیف ہو ۔ یہاں تک کہ آپ نے آنکھ پھڑکنے تک کا ذکر کیا ۔ (مقصد یہ ہے کہ ابتلاء و مصیبت سے انسان کی ذہنی صلاحیتوں کا امتحان ہوتا ہے ۔ اس کے صبر کی آزمائش ہوتی ہے ۔ اس کے قلب میں رقت و نرمی پیدا ہوتی ہے ۔ اس کے مراتب میں اضافہ ہوتا ہے ۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے اس کا امتحان لیتا رہتا ہے ۔ یعنی کم سے کم چالیس دن میں ایک بار (اصول کافی ۔ جلد دوم ۔ صفحہ ۲۷۹) ۔

(۱۱) حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے پوچھا گیا ۔ کیا مومن جذام و برص میں مبتلا ہوتا ہے ۔ فرمایا ۔ ابتلاء (مصیبت و پریشانی) تو ہے ہی مومن کے لئے ۔ (اصول کافی ۔ جلد دوم ۔ صفحہ ۲۸۰)

(۱۲) حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا ، کتاب امیرالمومنین علیہ السلام میں لکھا ہے کہ سب سے زیادہ بلائیں انبیاء پر نازل ہوتی ہیں ۔ پھر اولیاء پر اور پھر مومنین افضل پر ۔ اس کے بعد ان (مومنین) سے کم درجہ والے مومنین پر ۔ ہر مومن کی ابتلاء (مصیبت و پریشانی) بلحاظ اس کے اعمال حسنہ کے ہوتی ہے ۔ پس جس کا دین صحیح ہے (یعنی عقائد صحیح ہیں) اور عمل اچھا ہے تو اس کی ابتلاء بھی سخت ہوتی ہے ۔ اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مومن کے لئے ثواب (یعنی راحت و سکون) نہیں رکھا ہے ۔ اور نہ کافروں کے لئے یہاں عذاب ہے ۔ جس کا دین (عقائد) صحیح نہیں اور عمل بھی کمزور ہے اس کی ابتلاء (آزمائش) بھی کم ہے ۔ اور ابتلاء تو (اللہ

کی طرف سے) مومن کی طرف اس طرح جھپٹتی ہے جیسے بارش کا پانی تیزی سے زمین کی طرف گرتا ہے ۔(اصول کافی ۔ جلد دوم ۔ صفحہ ۲۸۰)

مسلمان فقراء

(۱) فرمایا حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے جس قدر کسی بندے کا ایمان زیادہ ہوتا ہے اسی قدر (بغرض امتحان) اس کی روزی تنگ ہوتی ہے ۔ (اصول کافی ۔ جلد دوم ۔ صفحہ ۲۸۲)

(۲) فرمایا حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے ، مصائب عطیہ پروردگار ہیں اور فقیری عنداللہ ، خزانے کے ہوتی ہے ، جس کا ایک دن اجر عظیم ملے گا ۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے امیر المومنین سے فرمایا ۔ یا علیؑ ، خدا نے فقر کو اپنے بندوں کے پاس امانت (کے طور پر) رکھا ہے ۔ جو اسے چھپاتا رہا ، اللہ اس کو قائم اللیل و صائم الدہر (راتوں کو جاگ کر عبادت کرنے والے اور مسلسل روزے رکھنے والے) کا اجر عطا فرمائے گا ۔ اور جس نے (مجبوری اور سخت پریشانی کے عالم میں) اپنی ضرورت اس پر ظاہر کر دی جس سے حاجت پوری ہونے کی توقع ہو اور اس نے حاجت پوری نہ کی تو گویا اس نے اس محتاج (مومن) کو قتل کر دیا مگر تلوار یا نیزے سے نہیں بلکہ اس چیز سے (یعنی اس محتاج کی حاجت کو قدرت رکھتے ہوئے پورا نہ کرنے کے عمل سے) جس نے اس کے قلب کو توڑ دیا ۔(اصول کافی ۔ جلد دوم ۔ صفحہ ۲۸۲)

(۳) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمایا کہ ایک مالدار (مسلم) تزک بھڑک والا (بیش قیمت) لباس پہنے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کے پہلو میں بیٹھ گیا ۔ پھر ایک غریب میلے کچیلے ، پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنے آیا اور اس امیر کے بازو بیٹھ گیا ۔ اسے اپنے قریب بیٹھتے دیکھ کر اس امیر نے دامن کو سمیٹ لیا ۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلعم نے اس امیر سے (ناراض ہو کر)

فرمایا ۔ کیا تجھ کو یہ ڈر ہوا کہ اسکی فقیری تجھے آ لپٹے گی ۔ اس نے کہا نہیں ۔ فرمایا ۔ کیا یہ ڈر ہوا کہ تیری امیری اسے مل جائے گی ۔ کہا نہیں ۔ فرمایا ۔ کیا یہ اندیشہ ہوا کہ تیرے کپڑے میلے ہو جائیں گے ۔ اس نے کہا نہیں ۔ فرمایا ۔ پھر تو نے ایسا کیوں کیا ۔ انہوں نے کہا شیطان نے میرے نفس کو مغالطے میں ڈال دیا تھا ۔ (جس کا مجھے اب احساس ہو رہا ہے) ۔ اب میں اپنی نصف دولت اپنے اس بھائی کو دیتا ہوں ۔ حضرت نے اس فقیر سے پوچھا ۔ تجھے قبول ہے ۔ اس نے کہا ۔ نہیں ۔ اس امیر نے پوچھا ۔ کیوں ۔ اس نے کہا ۔ اس لئے کہ کہیں یہ مال مجھے بھی ایسا ہی مغرور و متکبر نہ بنا دے جیسے تجھے بنایا ہے ۔(اصول کافی ۔ جلد دوم ۔ صفحہ ۲۸۴)

(۴) راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے (اس حدیث قدسی کو) سنا کہ ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے کسی کو غنی اس لئے نہیں بنایا کہ اس کا کوئی احسان مجھ پر تھا اور نہ کسی کو فقیر اس لئے بنایا کہ اس کو ذلیل کرنا چاہتا تھا ، بلکہ میں نے فقراء کی وجہ سے اغنیاء (دولت مندوں) کی آزمائش کی ۔ اگر فقراء (حاجت مند) نہ ہوتے تو دولت مند جنت کے مستحق نہ ہوتے ۔ اور حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ ، ہمارے مالدار شیعہ ہمارے مال کے امین ہیں ۔ اپنے (تمام مومن) صاحب احتیاج لوگوں کے لئے ۔ پس اے مالدارو ۔ تم حفاظت کرو ان کی اللہ تمہاری حفاظت کرے گا ۔(اصول کافی ۔ جلد دوم ۔ صفحہ ۲۸۶)

(۵) حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا ۔ اللہ آپ کی حفاظت کرے ۔ میں وہ شخص ہوں جس نے اپنی محبت کو ہر طرف سے قطع کر کے آپ کی طرف توجہ کی ہے ۔ مجھے ایک بار ایک سخت ضرورت پیش آئی جسے میں نے اپنے خاندان والوں اور قوم کے سامنے پیش کر کے مدد چاہی مگر وہ لوگ مجھ سے دور ہی رہے ۔ فرمایا ۔ جو کچھ خدا نے تجھے دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تجھ سے لیا گیا ۔ اس نے عرض کیا ۔ آپ میرے لئے خدا سے دعا فرمایئے کہ مجھے اپنی مخلوق سے بے نیاز کر دے

(یعنی مجھے کسی کے پاس حاجت مند بن کر جانے کی نوبت نہ آئے) فرمایا۔ خدا نے رزق کو تقسیم کیا ہے، اس طرح کہ جس کے ہاتھ سے جس کو چاہا دلایا ہے۔ اس لئے تو یہ دعا کر کہ خدا وقت ضرورت کمینوں سے پالا نہ ڈالے۔ (اصول کافی۔ جلد دوم۔ صفحہ ۲۸۷)

(۶) رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا ہے۔ میرے مومن بندوں میں کچھ ایسے ہیں کہ ان کے دینی معاملات کی اصلاح مالداری کشادگی اور صحت بدن سے ہوتی ہے لہذا میں ان کو غنی کر کے، خوشحال بنا کے، بدن کی صحت عطا کر کے ان کے دین کی اصلاح کر دیتا ہوں۔ اور میرے بعض مومن بندے ایسے ہیں کہ ان کے دین کی اصلاح فقر و فاقہ اور بدن کی بیماری سے ہوتی ہے پس میں ان کو فقر و فاقہ اور بیماری میں مبتلا کرتا ہوں۔ پس ان کے دین کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ میرے مومن بندوں کی اصلاح کس طرح ہو سکتی ہے۔ (الی آخر) (اصول کافی۔ جلد دوم۔ صفحہ ۸۰)

حقیقت ایمان و یقین۔

(۱) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ، دین کا نام اسلام ہے۔ ایمان اس میں ایک درجہ زیادہ (بلند) ہے۔ اور تقوے ایمان سے ایک درجہ زیادہ ہے۔ اور یقین تقویٰ سے ایک درجہ زیادہ ہے۔ اور یقین سے کم کوئی چیز لوگوں کو تقسیم نہیں ہوئی۔ دریافت کیا گیا کہ یقین کی تعریف کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ خدا پر توکل کرنا۔ اس کے احکام کو قبول کرنا اور حکم خدا پر راضی رہنا اور اپنے معاملات کو خدا کے سپرد کر دینا۔ (الی آخر) (اصول کافی۔ جلد دوم۔ صفحہ ۷۱)

(۲) راوی کہتا ہے میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا۔ لوگ کہتے ہیں (یہ حدیث) کہ ایک گھڑی کا تفکر بہتر ہے تمام رات کھڑے ہو کر

عبادت کرنے سے، تو اس تفکر کی کیا صورت ہے۔ فرمایا جب کسی خرابے (کھنڈر) یا ویران گھر کی طرف سے گزرے تو یہ کہے کہ تیرے ساکن کہاں گئے۔ تیرے بنانے والے کیا ہوئے۔ (یعنی ان باتوں پر غور و فکر کرے)۔ اور یہ بھی فرمایا کہ افضل عبادت اللہ اور اس کی قدرت کے بارے میں ہمیشہ غور و فکر کرنا ہے۔ (اصول کافی۔ جلد دوم۔ صفحہ ۵۴)

خوف و امید

(۱) راوی کہتا ہے میں نے حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام سے پوچھا۔ لقمان کی وصیت کیا تھی۔ فرمایا وہ عجیب باتیں ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ انھوں نے اپنے بیٹے سے فرمایا۔ اللہ سے پوری طرح ڈرتے رہو۔ اگر دو جہان کی نیکی بھی تمہارے پاس ہو تو بھی وہ عذاب دے سکتا ہے۔ اور اس سے پوری امید رکھو کہ، اگر دو جہان کے گناہ بھی تمہارے ساتھ ہوں تب بھی وہ رحم کر سکتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ میرے پدر بزرگوار فرمایا کرتے تھے۔ ہر بندہ، مومن کے دل میں دونوں رہیں نور خوف و نور رجا (امید)۔ اگر اسے وزن کیا جائے تو اس سے زیادہ نہ ہوگا اور اسے وزن کیا جائے تو اس سے زیادہ نہ ہوگا۔ (اصول کافی۔ جلد دوم۔ صفحہ ۸۷)

(۲) راوی کہتا ہے میں نے حضرت ابو عبد اللہ علیہ السلام سے کہا۔ آپ کے دوستوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جن کو معاصی (گناہوں) پر ملامت کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں ہمیں امید بخشش ہے۔ فرمایا۔ وہ جھوٹے ہیں۔ وہ (حقیقتاً) ہمارے دوست نہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں جنھیں آرزوؤں نے اغوا کر لیا ہے۔ جو کسی سے (کسی چیز کی) امید کرتا ہے تو اس کے حاصل کرنے کے لئے کام بھی کرتا ہے۔ اور جو کسی چیز سے خوف کرتا ہے تو اس سے بھاگتا بھی ہے۔ (اصول کافی۔ جلد دوم۔ صفحہ ۸۸)

علم دین

انما یخشی الله.........الخ (بندوں میں اللہ سے ڈرنے والے تو علماء ہی ہیں)

(۱) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بشیر الدہان سے فرمایا۔ ہمارے اصحاب میں بہتری نہیں ہے اس کے لئے جو علم دین حاصل نہیں کرتا۔ اے بشیر جو شخص علم حاصل نہیں کرتا وہ دوسروں کی طرف محتاج ہوتا ہے۔ اور جب محتاج ہوتا ہے تو وہ اس کو گمراہی کے دروازے میں داخل کر دیتے ہیں۔ اور پھر وہ (سوائے گمراہی کے اور) کچھ نہیں جانتا۔ (اصول کافی۔ جلد اول۔ صفحہ ۷۱)

(۲) حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ، لوگ تین قسم کے ہوتے ہیں عالم، متعلم اور ہرزہ کار (جو حق و باطل کو نہیں جانتے)۔ پس ہم عالم ہیں، ہمارے شیعہ متعلم اور (باقی) لوگ ہرزہ کار۔ (من لا یحضرہ الفقیہ۔ جلد سوم۔ صفحہ ۷۳)

(۳) امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا، لوگو۔ سمجھ لو کہ کمال دین طلب علم اور اس پر عمل کرنے میں ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ علم کا طلب (حاصل) کرنا تمہارے لئے مال کے طلب (حاصل) کرنے سے زیادہ واجب ہے۔ کیونکہ مال تقسیم شدہ ہے اور خدا اس کا (یعنی رزق کا) ضامن ہے وہ اسے تم تک پہنچائے گا۔ لیکن علم محفوظ ہے اس کے اہل کے پاس اور اس کی طلب کا تم کو حکم دیا گیا ہے۔ پس جو اس کے اہل ہیں ان سے طلب کرو۔ (اصول کافی۔ جلد اول۔ صفحہ ۶۸)

(۴) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ، جب اللہ کسی بندہ سے نیکی کا (اس پر فضل کرنے کا) ارادہ کرتا ہے تو اسے علم دین عطا کرتا ہے۔ (اصول کافی۔ جلد اول۔ صفحہ ۷۰)

(۵) ابن عمار کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا۔ ایک شخص آپ (ائمہ طاہرین) کی احادیث کی روایت کرتا ہے اور اس کو لوگوں میں مشہور کرتا ہے اور لوگوں کے اور آپ کے شیعوں کے قلوب کی اصلاح کرتا ہے دوسرا شخص عابد (عبادت گزار) ہے مگر وہ آپ کی احادیث کو روایت نہیں کرتا۔ ان (دونوں) میں کون افضل ہے۔ فرمایا۔ ہماری احادیث کا روایت کرنے والا اور ہمارے شیعوں کے قلوب کی اصلاح کرنے والا، ہزار عابدوں سے بہتر ہے۔ (اصول کافی۔ جلد اول۔ صفحہ ۷۱)

(۶) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جو شخص طلب علم (دین) کے لئے راستہ طے کرتا ہے۔ اللہ اس کو جنت کی طرف لے جاتا ہے اور ملائکہ اپنے پروں کو اس طالب علم کے لئے بچھاتے ہیں کیونکہ وہ اس سے خوش ہوتے ہیں۔ اور آسمان اور زمین کے رہنے والے، حتیٰ کہ دریا کی مچھلیاں (بھی) اس طالب علم کے لئے استغفار کرتی ہیں۔ (اصول کافی۔ جلد اول۔ صفحہ ۷۳)

(۷) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ علم کو حاصل کرو حلم و وقار سے اس کو زینت دو۔ اور فروتنی (عاجزی و انکساری) کرو ان کے سامنے جن سے تم علم طلب (حاصل) کرتے ہو۔ اور جبر پسند (ہٹ دھرم) نہ ہنو ورنہ تمہاری (ہٹ دھری و) باطل پرستی تم کو راہ حق سے ہٹا دے گی۔ (اصول کافی جلد اول۔ صفحہ ۷۵)

(۸) فرمایا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے، جس نے کسی کو علم دین دیا (سکھایا) اس کو عمل کرنے والے کا سا اجر ملے گا۔ (راوی کہتا ہے) میں نے پوچھا۔ اگر وہ اپنے غیر کو سکھائے۔ فرمایا۔ اگر وہ تمام لوگوں کو سکھاتا رہے گا تو بھی (اجر کی) یہی صورت رہے گی۔ ہر ایک کو اس کا ثواب ملے گا۔ میں نے کہا، اگر مرد اول (پہلا معلم) مر جائے اور دوسرا (اس کا شاگرد) اس کی تعلیم لوگوں کو یاد دلائے تو بھی (پہلے والے کو بھی) ثواب ملے گا؟ فرمایا تو بھی ثواب ملے گا۔ (اصول کافی۔ جلد اول۔ صفحہ

۷۴)

(۹) حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا، اگر لوگ جانتے کہ طلب علم دین میں کیا فائدہ ہے تو البتہ طلب کرتے اس کو جان کے زوال کی صورت میں اور مصائب کے گردابوں میں غوطہ لگانے کی صورت میں ۔ (یعنی جان کو خطرے میں ڈال کر، مصیبتیں اٹھاکر بھی علم دین کو حاصل کرتے) خدا نے حضرت دانیال پیغمبر کو وحی کی کہ میرا سب سے زیادہ دشمن وہ جاہل ہے جو اہل علم کے حق کو چھپاتا ہے اور ان کی پیروی کو ترک کرتا ہے ۔ اور میرا سب سے محبوب بندہ (جو ثواب عظیم کا طالب ہے ۔ وہ علماء کے ساتھ رہتا ہے ۔ حکماء کا تابع ہے اور حکماء کی باتوں کا قبول کرنے والا ہے ۔ (اصول کافی ۔ جلد اول ۔ صفحہ ۷۵)

صفت علماء

(۱) ۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے آیت مبارکہ، **انما یخشی اللہ الخ** ...... (بندوں میں اللہ سے ڈرنے والے تو علماء ہی ہیں) کے متعلق فرمایا ۔ یہ وہ علماء ہیں کہ جن کا فعل ان کے قول کے مطابق ہو ۔ اور جن کا فعل مطابق قول نہ ہو وہ عالم نہیں ۔ (اصول کافی ۔ جلد اول ۔ صفحہ ۷۶)

(۲) ۔ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ، لوگوں نے بعد رسول اللہ صلعم تین قسم کے لوگوں کو اپنا والی (راہنما ہادی) بنایا ۔ ایک وہ عالم جو اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہے اور اللہ نے اس کو علم غیر سے بے پروا کر دیا ہے (یعنی امام منصوص من اللہ) ۔ دوسرے وہ جاہل مدعی علم (وہ مدعی اسلام جس نے ازراہ حسد وتعصب علم کو، شہر علم کے دروازے سے نہیں لیا) جس کے پاس (حقیقی) علم نہیں ہے مگر جو کچھ اس کے پاس ہے اسی پر مغرور ہے ۔ دنیا نے اسے دھوکہ دیا ہے اور اس نے دنیا والوں کو ۔ تیسرا وہ ہے جو ایسے عالم سے علم حاصل کرتا ہے جو اللہ کی طرف

سے ہدایت پر (مامور) ہے ۔ وہ صاحب نجات ہے ۔ پس جس نے جھوٹا دعوی علم کیا وہ ہلاک ہو گیا ۔ جس نے افتراپردازی کی وہ نقصان میں رہا ۔ (اصول کافی جلد اول ۔ صفحہ ۷۲)

(۳) ۔ فرمایا امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے، آگاہ ہو کہ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ سچا عالم دین کون ہے ۔ سچا عالم دین وہ ہے جو مایوس نہ کرے لوگوں کو اللہ کی رحمت سے اور نہ بے خوف بنائے ان کو عذاب خدا سے، اور نہ اجازت دے ان کو خدا کی نافرمانی کی ۔ اور دوسری کتابوں کی طرف رغبت کی وجہ سے قرآن کی تلاوت کو ترک نہ کرے ۔ آگاہ ہو جاؤ کہ، اس علم میں نیکی نہیں ہے جس میں دانشمندی (قوت فہم) نہ ہو ۔ اور اس قرات میں بہتری نہیں ہے جس کے ساتھ تدبر (غور و فکر) نہ ہو ۔ اور اس عبادت میں بہتری نہیں ہے جس میں تفکر (خلوص نیت) نہ ہو (اصول کافی ۔ جلد اول ۔ صفحہ ۷۶)

(۴) ۔ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ (سچے) عالم دین کی تین علامتیں ہیں ۔ علم، حلم (دوسروں کی غلطیوں کو صبر کے ساتھ درگزر کرنا) اور خاموشی اور بہ تکلف (دنیوی اغراض کے تحت) عالم بننے والے کی تین علامتیں ہیں ۔ معصیت میں (جس بارے میں خود غلطی پر ہو) اپنے مافوق (اس سے زیادہ علم رکھنے والے) کے ساتھ جھگڑا کرتا ہے اپنے سے کم (علم) پر غلبہ چاہتا ہے ۔ اور ظالموں (غلط راہ پر چلنے والوں) کی مدد کرتا ہے ۔ (اصول کافی ۔ جلد اول ۔ صفحہ ۷۷)

(۵) حضرت ابو عبداللہ علیہ اسلام نے فرمایا، حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا اے فرزند، مجالس علماء کو اپنی نظر میں رکھ ۔ اگر تو ایسے لوگوں (علماء) کو پائے جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے پاس بیٹھ ۔ (ان کی صحبت اختیار کر) ۔ اگر تو (خود بھی) عالم ہے تو (ان کی گفتگو سے) تیرا علم تجھ کو نفع دے گا (بڑھے گا) ۔ اگر تو جاہل ہے تو وہ تجھے تعلیم دیں گے ۔ اور شاید اللہ ان پر اپنی رحمت نازل کر دے (تو شاید ان کی صحبت کی

وجہ سے یہ رحمت میرے بھی شامل حال ہو جائے) ۔ اور اگر وہ لوگ (علماء) اللہ کا ذکر نہیں کرتے ۔ (فضول باتیں کرتے ہیں) تو تو ان کے پاس مت بیٹھ ۔ (کیونکہ اس صحبت سے) اگر تو عالم ہے تو تیرا علم تجھے نفع نہیں دے گا ۔ اور اگر تو جاہل ہے تو وہ تجھ میں اور جہالت پیدا کر دیں گے ۔ اور شاید کہ اللہ (ان کے اعمال کی وجہ سے) ان پر اپنا عذاب نازل کرے ۔ جو تجھے بھی گھیر لے گا ۔ (اصول کافی ۔ جلد اول ۔ صفحہ ۸۰)

(۶) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ، حضرت عیسیٰ کے حواریوں نے ان سے پوچھا ۔ ہم کن (کیسے) لوگوں کے ساتھ بیٹھیں ۔ فرمایا ، جن کی صورت (پر نظر آنے والے تقوے اور تقدس) سے خدا یاد آئے جن کی گفتگو سے تمہارا علم زیادہ ہو ۔ جن کے علم سے آخرت کی طرف رغبت ہو ۔ (اصول کافی ۔ جلد اول ۔ صفحہ ۸۰)

(۷) امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ۔ عالم کا حق یہ ہے کہ اس سے بہت زیادہ سوال نہ کرو ۔ اور اگر وہ مجلس سے اٹھنا چاہے تو اس کا دامن نہ پکڑو ۔ اور جب اس کے پاس جاؤ اور کچھ لوگ اس کے پاس بیٹھے ہوں تو سب کو سلام کرو اور خصوصیت سے اس عالم کو سلام کرو اس کے سامنے بیٹھو پیچھے نہ بیٹھو ۔ اور اپنی آنکھ سے اشارہ نہ کرو ۔ اور ہاتھ سے بھی اشارہ نہ کرو ۔ عالم کی مثال درخت کی سی ہے کہ تم انتظار کرتے رہو کہ اس سے کوئی شئے تمہارے اوپر گرے ۔ عالم کا اجر روزہ دار ، نماز گزار اور فی سبیل اللہ غازی (میدان جہاد سے کامیاب واپس آنے والے مجاہد) سے زیادہ ہے ۔ (اصول کافی ۔ جلد اول ۔ صفحہ ۷۸)

(۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے امتیوں کے درمیان علم کا مذاکرہ (ان کے اور سننے والوں کے) قلوب کو زندہ کرتا ہے ۔ بشرطیکہ وہ اپنی گفتگو میں میرے علم کی طرف رجوع کریں ۔ نیز یہ بھی فرمایا کہ ، علم دین کا آپس میں ذکر کرو ۔ اور (اس مقصد کے لئے) ایک دوسرے سے ملاقات کرو ۔ اور آپس میں

بات چیت کرو کہ ، یہ چیز قلوب میں جلا پیدا کرتی ہے ۔ قلوب اس طرح چمکدار رہتے ہیں جس طرح تلوار کا زنگ دور کرنے سے تلوار چمکتی ہے ۔ اور حدیث ان قلوب کو جلا بخشتی ہے ۔ (من لا یحضرہ الفقیہ ۔ جز اول ۔ صفحہ ۸۲)

(۹) امام جعفر صادق علیہ السلام سے کسی نے ذکر کیا ۔ چیچک والا (مریض) جنب (محتلم) ہوا ۔ لوگوں نے اسے نہلا دیا ۔ جس سے وہ مر گیا ۔ (یہ سن کر) آپ نے فرمایا ۔ انہوں نے اسے قتل کیا ۔ کسی عالم سے کیوں نہ پوچھا (کہ مریض کو نہلایا جائے یا نہیں) ۔ آگاہ ہو کہ مسائل دین سے نادانی ایک درد ہے جس کی دوا صرف سوال ہے (اصول کافی ۔ جلد اول ۔ صفحہ ۸۱)

(۱۰) فرمایا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ ، شیطان کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب (خوشی کی بات) عالم دین کی موت ہے ۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے علم کو نازل کرنے سے نہیں روکا ۔ مگر جب کوئی عالم دین مر جاتا ہے تو (بعض اوقات) وہ اپنے ساتھ اپنا علم لے جاتا ہے ۔ اس کی جگہ لے لیتے ہیں وہ ظن پرست اور باطل نواز جو خود گمراہ ہوتے ہیں اور (بظاہر عالم بن کر) دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں وہ ایسی (عالمانہ) باتیں کہتے ہیں جن کی اصل کچھ نہیں ہوتی ۔ (اصول کافی ۔ جلد اول ۔ صفحہ ۷۹)

(۱۱) معلیٰ ابن محمد بصری احمد ابن محمد عبداللہ سے اور انھوں نے مدرک بن عبدالرحمن سے اور انھوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ شہداء کے خون کو علماء کی روشنائی کے ساتھ تولے گا تو علماء کی روشنائی کا پلہ شہداء کے خون کے پلہ سے جھکا ہوا ہوگا ۔ (من لا یحضرہ الفقیہ ۔ جلد چہارم ۔ صفحہ ۲۸۹)

(۱۲) فرمایا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ جب تم کسی عالم (دین) کو امور دنیا میں منہمک پاؤ تو امور دین میں اس پر اعتماد نہ کرو ۔ ہر محب کو وہی ملتا

ہے جسے وہ دوست رکھتا ہے ۔ نیز آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ، خدا نے وحی کی حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف (میرے بندوں سے کہہ دو) کہ میرے اور اپنے درمیان ایسے عالم کو قرار نہ دو جو دنیا کا عاشق ہو ۔ کیونکہ وہ تم کو میری محبت کے راستے سے روک دے گا (ہٹا) دے گا (اپنے فائدہ کی خاطر) یہ لوگ میرے خاص بندوں کے لئے رہزن ہیں ۔ اور ان (ایسے لالچی علماء) کے ساتھ کم سے کم جو میں کرتا ہوں وہ یہ کہ میں اپنی مناجات کی حلاوت (لذت شیرینی) کو ان کے دل سے نکال لیتا ہوں ۔ (اصول کافی جلد اول ۔ صفحہ ۹۰)

(۳) فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ، روز قیامت بدترین لوگ وہ ہوں گے ، جن کی تعظیم لوگ ان کے شر سے بچنے کے لئے کریں ۔ (اصول کافی جلد دوم ۔ صفحہ ۳۳۴)

(۴) حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یا علیؑ ، بدترین شخص وہ ہے جو اپنی دنیا کے لئے اپنی آخرت کو بیچ دے اور اس سے بھی بدترین وہ ہے جو دوسرے کی دنیا کے لئے اپنی آخرت کو فروخت کر دے ۔ اور فرمایا ، یا علیؑ صلح کرانے کے لئے جھوٹ اللہ کو پسند ہے اور فساد کرانے کے لئے سچ اللہ کو ناپسند ہے ۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جو شخص علم اس لئے حاصل کرے کہ بیوقوفوں سے بحث کرے ، یا علماء سے مجادلہ و مناظرہ کرے یا خود اپنی طرف لوگوں کو دعوت دے ، تو وہ اہل جہنم سے ہے (من لایحضرہ الفقیہ ۔ جلد چہارم ۔ صفحہ ۲۵۶)

حصہ اول ختم شد

ہم ان تمام مخلصین و معاونین کے لئے اظہار تشکر اپنا دینی فریضہ سمجھتے ہیں جنہوں نے اس کتاب کی طباعت کے لئے دامے ۔ درمے ، قدمے ، سخنے حصہ لیا اور بارگاہ رب العزت میں دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کی اس کوشش کو بہ طفیل محمدؐ و آل محمدؐ علیہم السلام کے شرف قبولیت عطا فرمائے اور ان سب کے لئے وسیلہ بخشش آخرت قرار دے ۔

مولف کی دوسری کتابیں

(۱) اصولیت اور اخباریت (رد اخباریت)

(۲) اصول کافی کی منتخب دعائیں

(۳) پیاس کا مدفن (حالات حضرت سکینہ بنت الحسینؑ)

(۴) معرفت اہلبیت از بحار الانوار (زیر طبع)

(۵) تلخیص علل الشرائع شیخ صدوق علیہ الرحمہ (زیر طبع)

(۶) امر بالمعروف و نہی عن المنکر

(۷) روح شیعت (کتب اربعہ کی روشنی میں) حصہ اول

(۸) روح شیعت (کتب اربعہ کی روشنی میں) حصہ دوم

(۹) تاریخ عجیب (تاریخ اسلام کے عجیب و غریب واقعات)

HUSSAINI PUBLICATIONS
HUSSAINI MISSION - HYDERABAD
22-2-21 DABIRPURA HYD 24 (A.P.) INDIA